اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

چوتھا حصہ

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

مکتب کے بچے، اسکول اور کالج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

اسلامی عقائد | فقہ | سیرتِ پاک | آداب واخلاق

از

مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (چوتھا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	104
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۱ھ م اکتوبر ۲۰۱۹ء
تصحیح شدہ جدید ایڈیشن	:	صفر المظفر ۱۴۴۸ھ، مطابق: اگست ۲۰۲۶ء

کتاب ملنے کا پتہ

نورانی مکاتب

8140902756

ڈابھیل	باڑولی
محمود نگر، ڈابھیل، نوساری، گجرات	مریم مسجد، گاندھی روڈ، بارڈولی

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
	پہلا باب: اسلامی عقیدے	
۱۲	کفر و شرک کا بیان	۱
۱۳	صفات میں شرک کی چند مثالیں	۲
۱۴	بدعت کا بیان	۳
۱۴	ایمان کی حفاظت کا بیان	۴
۱۸	گناہوں کا بیان	۵
	دوسرا باب: عبادات، فقہی مسائل	
۲۲	سنت اور نفل نمازوں کا بیان	۶
۲۳	نمازوں کے نام اور رکعتوں کی تعداد	۷
۲۴	تراویح کی نماز کا بیان	۸
۲۵	احادیثِ مبارکہ سے ثابت دوسری نفل نمازیں	۹
۲۶	تحیۃ الوضوء۔ اشراق کی نماز	۱۰
۲۶	چاشت کی نماز	۱۱
۲۷	اوّابین کی نماز۔ تہجد کی نماز	۱۲
۲۷	صلوۃ التسبیح	۱۳

۱۴	صلوۃ التسبیح کا پہلا طریقہ	۲۹
۱۵	دوسرا طریقہ	۲۹
۱۶	سوالات	۳۰
۱۷	قضا نماز پڑھنے کا بیان	۳۰
۱۸	سجدۂ سہو کا بیان	۳۲
۱۹	مسائل	۳۵
۲۰	سجدۂ تلاوت کا بیان	۳۶
۲۱	مسائل	۳۷
۲۲	بیمار کی نماز کا بیان	۳۸
۲۳	مسائل	۳۹
۲۴	مسافر کی نماز کا بیان	۳۹
۲۵	مسائل	۴۰
۲۶	جمعہ کی نماز کا بیان	۴۲
۲۷	سوالات وجوابات	۴۴
۲۸	عید کی نماز کا بیان	۴۵
۲۹	عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ	۴۶
۳۰	دونوں عید کی سنتیں اور مستحب باتیں	۴۸
۳۱	جنازہ کی نماز	۴۹
۳۲	جنازہ کی نماز کا طریقہ	۴۹
۳۳	روزہ کا بیان	۵۰

۳۴	صدقۂ فطر اور قربانی کا بیان	۵۴
۳۵	نصاب والا کون ہے؟	۵۴
۳۶	زکوۃ کا بیان	۵۶
تیسرا باب: خلفائے راشدین کی سیرت پہلے خلیفہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ		
۳۷	مختصر پہچان	۶۰
۳۸	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب	۶۱
۳۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب اور اس کی وجہ	۶۱
۴۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین کا اسلام	۶۴
۴۱	سب نے مل کر خلیفہ بنایا	۶۴
۴۲	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوّل خلیفہ ہونے پر دلیل	۶۵
۴۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسند ہماری پسند	۶۵
۴۴	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی	۶۶
۴۵	قرآنِ مجید کو جمع کرنا	۶۷
۴۶	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوسرے ملکوں کو جیت لینا	۶۸
۴۷	سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت	۷۰
۴۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آخری گھڑیاں	۷۲
۴۹	سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیویاں	۷۳
۵۰	سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد	۷۴

۵۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں	۷۵
۵۲	کھانے پینے میں احتیاط	۷۷
۵۳	لوگوں کی خدمت۔ سادے کپڑے	۷۸
۵۴	جنازے کی نماز میں حصہ لینا، مسکین کو کھانا کھلانا، بیمار کی خبر لینا وغیرہ	۷۹
۵۵	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بچپن اور تجارت	۸۰
۵۶	غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے کا واقعہ	۸۱
۵۷	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحتیں	۸۲
۵۸	خلیفۃ المسلمین کا معنیٰ	۸۳
۵۹	سوالات	۸۴
	دوسرے خلیفہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	
۶۰	مختصر پہچان	۸۶
۶۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش	۸۷
۶۲	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت	۸۷
۶۳	بچپن میں جانور چرانا	۸۸
۶۴	عمدہ تقریر کرنے والے	۸۹
۶۵	پہلوانی میں ماہر	۸۹
۶۶	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	۹۰
۶۷	آسمان میں فیصلہ	۹۵
۶۸	چالیسواں مسلمان	۹۵

٦٩	کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز	٩٦
٧٠	فاروق کا لقب	٩٦
٧١	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدینہ کی طرف ہجرت	٩٦
٧٢	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بعض اچھائیاں: سادے سیدھے کپڑے	٩٧
٧٣	معمولی کھانا	٩٧
٧٤	بوڑھوں اور ضعیفوں کی خدمت	٩٧
٧٥	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب انصاف	٩٩
٧٦	احد کی لڑائی کے بعد ابوسفیان کو جواب	٩٩
٧٧	سچی جمہوری ([illegible]) حکومت	٩٩
٧٨	خلافت کے زمانے میں انوکھے کارنامے	١٠٠
٧٩	تعلیم کا نظام	١٠٣
٨٠	شہادت	١٠٤
٨١	سوالات	١٠٦
	تیسرے خلیفہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	
٨٢	مختصر پہچان	١٠٨
٨٣	نام اور لقب۔ خاندان	١٠٩
٨٤	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابّا، امّاں	١١٠
٨٥	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جوانی	١١٠
٨٦	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	١١١

۸۷	حبشہ کی طرف ہجرت	۱۱۲
۸۸	مدینہ کی طرف ہجرت	۱۱۴
۸۹	حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح	۱۱۴
۹۰	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۱۱۵
۹۱	تبوک کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۱۱۶
۹۲	مسجدِ نبوی کو بڑا کرنے کے لیے سخاوت	۱۱۷
۹۳	میٹھے پانی کا کنواں خرید کر وقف کر دیا	۱۱۸
۹۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے	۱۱۸
۹۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جو علاقے جیت لیے گئے	۱۱۹
۹۶	سمندری جنگ	۱۲۰
۹۷	لوگوں کی خیر خواہی کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششیں	۱۲۰
۹۸	خلافت کے آخری دنوں میں مشکلات	۱۲۲
۹۹	سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۲۵
۱۰۰	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض خوبیاں: شرم وحیا	۱۲۶
۱۰۱	صاف صفائی	۱۲۶
۱۰۲	قبر کے سامنے کھڑے ہو کر بہت روتے تھے	۱۲۶
۱۰۳	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا	۱۲۷
۱۰۴	حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنت میں ساتھی	۱۲۷
۱۰۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ باتیں	۱۲۷
۱۰۶	سوالات	۱۲۸

چوتھے خلیفہ: امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۱۰۷	مختصر پہچان	۱۳۰
۱۰۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور خاندان	۱۳۱
۱۰۹	نام، کنیت اور القاب	۱۳۱
۱۱۰	ابوتراب۔ ''اسد اللہ''؛ یعنی اللہ کا شیر	۱۳۲
۱۱۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں	۱۳۳
۱۱۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام۔ بچپن کے حالات	۱۳۴
۱۱۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر	۱۳۴
۱۱۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح	۱۳۵
۱۱۵	غزوات میں شرکت اور کارنامے	۱۳۵
۱۱۶	سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعوتی سفر	۱۳۵
۱۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات	۱۳۶
۱۱۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات	۱۳۶
۱۱۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات	۱۳۶
۱۲۰	سب سے بڑے قاضی	۱۳۷
۱۲۱	اسلامی کیلنڈر کی شروعات	۱۳۷
۱۲۲	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات	۱۳۸
۱۲۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے	۱۳۸
۱۲۴	خلافت کے بعد مشکلات	۱۳۸

۱۲۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۳۹
۱۲۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد	۱۴۰
۱۲۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ خاص باتیں: معمولی کپڑے اور سادہ کھانا	۱۴۰
۱۲۸	آپ رضی اللہ عنہ کے دروازہ سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا	۱۴۱
۱۲۹	اچھے ساتھی	۱۴۱
۱۳۰	اللہ کے لیے دشمنی۔ پبلک کی راحت کے لیے کوششیں	۱۴۲
۱۳۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحت	۱۴۳
۱۳۲	سوالات	۱۴۴

چوتھا باب: اخلاق وآداب

۱۳۳	پڑوسی کے حقوق	۱۴۶
۱۳۴	شماتت اور غصہ	۱۴۹
۱۳۵	غصہ دبانے کا طریقہ	۱۵۰
۱۳۶	صلح اور صفائی	۱۵۰
۱۳۷	انسان اور اس کی جان	۱۵۱
۱۳۸	لباس	۱۵۴
۱۳۹	لباس کے مقاصد کا خلاصہ	۱۵۵
۱۴۰	کپڑے پہننے کے آداب	۱۵۶
۱۴۱	جوتا پہننے کے آداب	۱۵۸

پہلا باب

اسلامی عقیدے

کفر و شرک کا بیان

سوال: کفر؛ یعنی ایمان، اسلام اور دین کا انکار کرنا کسے کہتے ہیں؟

جواب: جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے کسی بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے، مثلاً:

(۱) کوئی شخص اللہ کو نہ مانے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرے۔ (۳) دو تین خدا مانے (۴) فرشتوں کا انکار کرے (۵) اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کرے۔ (۶) کسی سچے نبی کو نہ مانے (۷) تقدیر کا انکار کرے۔ (۸) قیامت کے دن کا انکار کرے۔ (۹) اللہ تعالیٰ کے کسی مضبوط حکم کا انکار کرے۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کو جھوٹا سمجھے۔

اس طرح کی باتوں سے انسان ایمان اور اسلام سے نکل جاتا ہے۔

سوال: شرک کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک کرنے کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: ذات میں شریک کرنے کے معنیٰ یہ ہے کہ دو تین خدا ماننے لگے، جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بھی خدا مانتے ہیں۔

اسی طرح بہت سارے لوگ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے جان

والے اور بغیر جان والوں کو بھی عبادت کے لائق مانتے ہیں وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے۔

سوال: صفات میں شریک کرنے کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا شرک ہے؛ کیوں کہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا شہید، پیر ہو یا امام، اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں ہو سکتی!

صفات میں شرک کی چند مثالیں

① اللہ پاک کی قدرت میں کسی کو شریک کرنا؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح قدرت کی صفت کسی کے لیے ثابت کرنا، مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں، یہ تمام باتیں شرک ہیں، اس کو شرک فی القدرۃ؛ یعنی اللہ کی قدرت میں مخلوق کو شریک کرنا کہتے ہیں۔

② علم میں شرکت؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کے لیے علم کی صفت ماننا؛ مثلاً یوں سمجھنا کہ اللہ پاک کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی یا پیر وغیرہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرح ہر چیز کا انھیں علم ہے، یا ہمارے تمام حالات کی ان کو خبر ہے یا دور اور نزدیک کی ہر چیز کی خبر رکھتے ہیں، یہ سب شرک فی العلم ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی علم کی صفت دوسروں کے لیے ماننا۔

③ اللہ پاک کی صفتِ سَمع (سننے کی صفت) یا بَصَر (دیکھنے کی صفت)

میں کسی کو شریک کرنا، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ پاک کی طرح کوئی نبی یا ولی یا پیر ہماری تمام باتوں کو دور اور نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، یہ سب شرک ہے۔

بدعت کا بیان

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: وہ نئی بات یا نئے کام جن کا ثبوت شریعت سے ثابت نہ ہو؛ یعنی قرآن اور حدیث میں اس کا ثبوت نہ ملے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبعِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے میں اس کا وجود نہ ہو، اس کو نیکی اور دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت ایجاد کرے اس کو دین برباد کرنے والا بتایا ہے اور فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

ایمان کی حفاظت کا بیان

سوال: کیا ایسی باتیں بھی ہیں جن سے ایمان چلا جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسی باتیں اور ایسے بہت سارے کام ہیں جن سے مسلمان کا ایمان ختم ہو جاتا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے: (ا) کوئی کام یا کوئی بات ایسی کرے جس سے اللہ یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اسلام کے کسی بھی چھوٹے یا

بڑے حکم اور عمل کی بے عزتی (توہین) ہوجائے (۲) کسی فرض کا انکار کردے (۳) کسی حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال سمجھے تو آدمی کا ایمان ختم ہوجاتا ہے۔

سوال: ایسی باتیں یا ایسے کام جن سے ایمان ختم ہوتا ہے ان کی چند مثالیں دیجیے؟

جواب: (۱) کفر کو پسند کرنا۔ (۲) کفر کی باتوں کو اچھا جاننا۔

(۳) کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا۔

(۴) کسی وجہ سے اپنے ایمان پر شرم آنا کہ اگر مسلمان نہ ہوتا تو فلانی بات حاصل ہوجاتی یا فلاں فائدہ حاصل ہوجاتا۔

(۵) کسی نبی یا فرشتے کو حقیر (نیچا) سمجھنا۔

اس طرح کی باتوں سے ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔

(۶) کسی کے انتقال پر ایسی باتیں کہنا کہ: بس اللہ کو اسی کو مارنا تھا، دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا، اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا اللہ نے کیا، اِن سب باتوں سے ایمان ختم ہوجانے کا ڈر ہے۔

(۷) کسی نے کہا: چلو! نماز پڑھو۔ جواب دیا کہ: کون اٹھک بیٹھک کرے؟ اس طرح کہنے سے بھی ایمان چلے جانے کا ڈر ہے۔

(۸) کسی نے روزہ رکھنے کے لیے کہا۔ جواب میں کہا کہ: کون بھوکا مرے؟ یا یوں کہا کہ: روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو تو اس طرح کہنے سے ایمان برباد ہوسکتا ہے۔

⑨ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر کہا: ارے بھائی! تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا: ہاں! میں اللہ سے نہیں ڈرتا تو ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔

⑩ کسی کو بُرا کام کرتے دیکھ کر کہا: کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا غلط کام کرتا ہے؟ جواب دیا: ہاں! جو سمجھنا ہو سمجھو تو ایمان سے نکل جانے کا ڈر ہے۔

چاہے یہ ساری باتیں ہنسی اور مذاق میں کہی ہوں۔

⑪ کسی نے نماز پڑھنا شروع کی اور اتفاق سے کوئی مصیبت پڑ گئی؛ اس لیے کہا کہ: یہ سب نماز کی نحوست ہے۔

⑫ کسی نے کہا کہ: اگر اللہ کہے تو بھی یہ کام نہ کروں گا۔

⑬ یا یوں کہے کہ: میں ایسا کام کرتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ بھی نہیں جانتے۔

⑭ اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کو بُرا سمجھنا یا اس میں عیب اور کمی نکالنا، یا کسی بات پر شک کرنا اور اس کا مذاق اُڑانا۔

ان سب باتوں سے ایمان برباد ہونے کا ڈر ہے۔

⑯ گناہِ کبیرہ کو جائز سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

⑰ کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس پر یقین کرنا، اس کی وجہ سے ایمان سے نکل سکتا ہے۔

اللہ پاک اپنے فضل سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رکھے (آمین)۔

پیارے بچو! یاد رکھو: یہ چند مثالیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم

اپنی زبان کی حفاظت کریں اور ایسی کوئی بات یا کام نہ کریں جن سے ایمان چلا جاتا ہے اور انسان ایمان سے نکل جاتا ہے؛ اس لیے ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولو۔

سوال: اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہہ دے یا کفر کا کام کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایمان ختم ہو جاتا ہے اور اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اگر شادی والا ہے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

اللہ نہ کرے! اگر اسی حالت میں انتقال کر جائے تو جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔

سوال: اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: جلدی توبہ کرے اور کلمۂ طیبہ دل سے پڑھے اور زبان سے بھی دوہرا لے، اپنا نکاح دوبارہ کرے۔

سوال: اگر کسی جگہ کفر کا کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے تو کیا اس سے بھی ایمان ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: جب اپنی مرضی سے کفر کا کلمہ نہیں کہا؛ بلکہ کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا گیا اور مجبور کرنے والے نے جان سے مارنے یا بدن کے کسی حصے کو ہلاک کرنے کی دھمکی دی اور دھمکی دینے والا اس کی طاقت بھی رکھتا ہو تو ایسے وقت میں اپنی جان یا عضو کی حفاظت کی خاطر صرف زبان سے کفریہ کلمہ کہے اور دل سے یہ کلمہ کہنا پسند نہ کرے؛ بلکہ دل سے ایمان پر رہے تو اس سے ایمان ختم

نہیں ہوگا۔

سوال: جادو سیکھنا کیسا ہے؟

جواب: جادو سیکھنا بڑا گناہ ہے اور اگر اس میں اللہ کے سوا کی عبادت کرنی پڑے یا کفریہ کلمہ بولنا پڑے یا شیطان کو خوش کرنے والا کلمہ بولے یا کفر والا کام کرے تو ایمان سے محروم ہو جائے گا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پر ذبح کرنا جائز نہیں؛ بلکہ شرک ہے اور اس کا گوشت کھانا حرام اور ناجائز ہے۔

گناہوں کا بیان

سوال: گناہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا نام گناہ ہے۔

سوال: گناہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں: ① کبیرہ؛ یعنی بڑا گناہ۔ ② صغیرہ؛ یعنی چھوٹا گناہ۔ چھوٹے گناہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کا کرنا جائز ہے؛ بلکہ دونوں قسم کے گناہ سے بچنا ضروری ہے۔

سوال: گناہِ کبیرہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: گناہِ کبیرہ بہت سارے ہیں جن کی اصل اور بنیاد تین بڑے گناہ ہیں: ① کفر و شرک: یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ ۳ مخلوق کا حق برباد کرنا۔

سوال: کبیرہ گناہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی ایسا گناہ کرے جس میں کفر وشرک پایا جاتا ہو تو گناہ کرنے والا مسلمان نہیں رہتا۔

اور اگر کفر وشرک کے علاوہ کوئی گناہ کا کام کرے تو وہ مسلمان تو ہے؛ لیکن ادھورا مسلمان ہے، اُسے فاسق کہتے ہیں؛ لیکن اگر گناہِ کبیرہ کو حلال سمجھے یا اس کے حرام ہونے کا انکار کرے تو ایمان ختم ہوجاتا ہے۔

سوال: گناہ ہوجائے تو عذاب سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: پچھتاوے کے ساتھ سچے دل سے توبہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور یاد رکھو! گناہِ کبیرہ سچی پکی توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

سوال: توبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: توبہ؛ یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور توبہ کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں: ۱ اپنے گناہ پر شرمندہ ہو۔ ۲ اللہ تعالیٰ کے سامنے روکر گڑگڑا کر توبہ کرے کہ: اے اللہ! میرے گناہ معاف کر دیجیے۔

۳ دل میں پکا ارادہ کرے کہ اب دوبارہ کبھی نہیں کروں گا۔

۴ اللہ تعالیٰ اور بندوں کا کوئی حق باقی ہو تو اس کو ادا کرے، جیسے بالغ ہونے کے بعد کی فرض نماز، روزہ اور زکوۃ باقی ہو تو اس کی قضا کرے۔

صرف زبان سے ''توبہ توبہ'' کہہ لینا یا ''چہرے پر ہاتھ مار لینا'' صحیح توبہ نہیں ہے۔

سوال: کیا توبہ کر لینے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟

جواب: جو گناہ ایسے ہیں کہ جس میں کسی بندے کا حق نہیں دبایا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جس کو ''حقوق اللہ'' کہتے ہیں، مثلاً جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی تو ایسے گناہ توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں؛ یہاں تک کہ کفر و شرک بھی سچی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

لیکن جو گناہ ایسے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا تعلق ہے، مثلاً کسی یتیم کا مال کھا لیا یا بھائی یا بہن کو میراث میں سے حصہ نہیں دیا یا کسی کی غیبت کی، ایسے گناہوں کو ''حقوق العباد'' کہتے ہیں، ان کی معافی کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کروائے اُس کے بعد اللہ کے حضور میں توبہ کرے تب جا کر معافی کی امید ہو سکتی ہے۔

سوال: اگر گنہگار آدمی بغیر توبہ کے مر جائے تو جنت میں جائے گا یا نہیں؟ اور اس کی بخشش ہو گی یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! کفر شرک کرنے والوں کے علاوہ باقی تمام گنہگار اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ باقی گناہوں کو اللہ پاک بغیر سزا دیے کسی کی شفاعت سے یا بغیر شفاعت کے اپنے رحم و کرم سے جس کو چاہے بخش دیں۔

دوسرا باب

عبادات، فقہی مسائل

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

سوال: دن اور رات میں فرض نماز سے پہلے یا بعد میں کتنی رکعتیں سنتِ مؤکّدہ ہیں؟

جواب: دن اور رات میں بارہ رکعت سنتِ مؤکّدہ ہیں:

① فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہے۔

② ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ اور دو رکعت ظہر کی فرض نماز کے بعد؛ لیکن جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت، پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہے۔

③ مغرب کی فرض نماز کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہے، ان دو رکعت اور فجر سے پہلے کی دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنا سنت ہے۔

④ دو رکعت عشا کی فرض نماز کے بعد۔

سوال: بارہ رکعت کے علاوہ اور کوئی نماز سنتِ مؤکدہ ہے؟

جواب: جی ہاں! رمضان شریف میں تراویح کی بیس رکعت بھی سنتِ مؤکدہ ہے۔

سوال: فرض نماز سے پہلے یا بعد میں کتنی رکعتیں سنتِ غیر مؤکدہ ہیں؟

جواب: چار رکعت عصر کی فرض نماز سے پہلے اور چار رکعت عشا کی

فرض نماز سے پہلے سنتِ غیر مؤکدہ ہیں۔

اس طرح فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں بیس رکعتیں سنت ہیں:
بارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ اور آٹھ رکعتیں سنتِ غیر مؤکدہ۔

سوال: فرض نماز سے پہلے اور بعد میں کتنی رکعتیں نفل ہیں؟

جواب: (۱) ظہر کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعت۔

(۲) مغرب کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعت۔

(۳) عشا کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعت اور وتر کی تین رکعت کے بعد دو رکعت نفل ہیں؛ لہذا کل آٹھ (۸) رکعت نفل ہوئیں۔

نمازوں کے نام اور رکعتوں کی تعداد

نمبر	نماز	سنتِ مؤکدہ	سنتِ غیر مؤکدہ	فرض	سنتِ مؤکدہ	نفل	وتر	نفل	کل تعداد
۱	فجر	۲	–	۲	–	–	–	–	۴
۲	ظہر	۴	–	۴	۲	۲	–	–	۱۲
۳	عصر	–	۴	۴	–	–	–	–	۸
۴	مغرب	–	–	۳	۲	۲	–	–	۷
۵	عشا	–	۴	۴	۲	۲	۳	۲	۱۷
۶	جمعہ	۴	–	۲	۴+۲	۲	–	–	۱۴

تراویح کی نماز کا بیان

تراویح کی نماز مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تراویح پڑھی اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا۔

حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کی راتوں میں جو شخص سچے دل سے اللہ کی خوشنودی کے لیے نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرمادیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رمضان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو تراویح کی نماز پڑھانا شروع کی؛ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کا بہت زیادہ شوق دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ کردی جائے؛ ورنہ میری امت تکلیف میں پڑ جائے گی؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز کو بند کردیا۔

پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور فرض ہونے کا کوئی امکان نہ رہا تو انھوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے تراویح کی جماعت قائم فرمائی اور ایک بزرگ صحابی حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام طے فرما کر بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کیا، اُس وقت سے تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

تراویح کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے اور ہر چار رکعت پر تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرتے ہیں اور یہ آرام کرنا مستحب ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان میں پورا قرآن پڑھتے تھے؛ اس لیے پورے مہینے میں ایک بار قرآنِ مجید مکمل کرنا سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تراویح میں پورا قرآن پڑھنے کی فکر فرماتے تھے۔

تراویح کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے، اگر کسی کی فرض نماز چھوٹ جائے تو وہ پہلے فرض نماز ادا کرے اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شامل ہو۔

رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اگر کسی کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں اور امام وتر کی نماز پڑھنے لگے تو یہ شخص امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے اور اپنی چھوٹی ہوئی تراویح بعد میں پڑھ لیں۔

احادیثِ مبارکہ سے ثابت دوسری نفل نمازیں

بعض نفل نمازوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے؛ اس لیے دوسری نفل کے مقابلے میں ان کا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے،

وہ یہ ہیں: تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، اوّابین، تہجد، صلوۃ التسبیح۔

تحیۃ الوضو

جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھے، اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے؛ لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

اشراق کی نماز

اشراق کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو اپنی جگہ سے نہ اٹھے، اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا اور کوئی ذکر یا وظیفہ پڑھتے رہے، دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے، جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھے تو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

اور اگر فجر کی نماز کے بعد دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو جائے، پھر اشراق کی نماز پڑھے تو بھی درست ہے؛ لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت کی نماز

پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے؛ یعنی نو، دس بجے کے بعد اور دھوپ تیز ہو جاوے تب کم سے کم دو یا زیادہ رکعت پڑھے، اس کو چاشت

کی نماز کہتے ہیں، اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوّابین کی نماز

مغرب کی فرض اور سنتوں کے بعد چھ رکعت پڑھے، اس کو اوّابین کی نماز کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز

آدھی رات کے بعد اٹھ کر نماز پڑھنے کا بہت ثواب آیا ہے، اس کو تہجد کی نماز کہتے ہیں۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، اگر موقع نہ ہو تو کم سے کم دو رکعت ہی پڑھ لے، اگر رات کو اٹھنے کی ہمت نہ ہو تو عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلے پڑھ لے۔

صلوۃ التسبیح

صلوۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ: اس کے پڑھنے سے تمھارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور فرمایا تھا کہ: اگر ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھ لیا کرو، اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتے میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اگر ہفتے میں ایک مرتبہ نہ ہو سکے تو مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اور اگر مہینے میں ایک مرتبہ نہ پڑھ سکو تو سال میں ایک

مرتبہ پڑھ لو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔

اس نماز کے پڑھنے کی ایک ترتیب یہ ہے:

چار رکعت نماز کی نیت کرے، ثنا، سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے پندرہ (۱۵) مرتبہ یہ پڑھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

پھر رکوع میں جاوے اور سبحان ربي العظيم پڑھنے کے بعد دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر رکوع سے اٹھے اور ربنا لك الحمد پڑھنے کے بعد دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ میں جاوے اور سبحان ربي الاعلى پڑھنے کے بعد دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر سجدے سے اٹھ کر جلسہ میں دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر دوسرے سجدے میں جاوے اور دس (۱۰) مرتبہ پڑھے، پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاوے اور دس (۱۰) مرتبہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے، اسی طرح چاروں رکعت پڑھے۔

ایک رکعت میں پچھتر (۷۵) مرتبہ۔

اور چار رکعت میں کل تین سو (۳۰۰) مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

صلوۃ التسبیح کا پہلا طریقہ

سورۂ فاتحہ اور سورت کے بعد تسبیح	۱۵ مرتبہ
رکوع میں تسبیح کے بعد	۱۰ مرتبہ
رکوع سے اٹھ کر	۱۰ مرتبہ
پہلے سجدے میں	۱۰ مرتبہ
دونوں سجدوں کے درمیان	۱۰ مرتبہ
دوسرے سجدے میں	۱۰ مرتبہ
دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر	۱۰ مرتبہ

دوسرا طریقہ

سورۂ فاتحہ اور سورت سے پہلے	۱۵ مرتبہ
سورۂ فاتحہ اور سورت کے بعد	۱۰ مرتبہ
رکوع میں تسبیح کے بعد	۱۰ مرتبہ
رکوع سے اٹھ کر	۱۰ مرتبہ
پہلے سجدے میں	۱۰ مرتبہ
دونوں سجدوں کے درمیان	۱۰ مرتبہ
دوسرے سجدے میں	۱۰ مرتبہ

سوالات

① تراویح کی نماز کا وقت کب سے کب تک ہے؟
② تراویح کی جماعت کس نے قائم فرمائی؟
③ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کا امام کس کو مقرر کیا؟
④ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس بات پر اتفاق کیا؟
⑤ پورے رمضان میں ایک بار قرآنِ پاک پورا کرنا کیسا ہے؟
⑥ تراویح کی نماز کا حکم کیا ہے؟

قضا نماز پڑھنے کا بیان

سوال: ادا اور قضا کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی فرض یا واجب کو اس کے مقررہ وقت پر پڑھ لیا جائے تو اسے ''ادا'' کہتے ہیں اور اگر مقررہ وقت گزرنے کے بعد کسی فرض یا واجب کو پڑھا جائے تو اسے ''قضا'' کہتے ہیں۔

مثلاً فجر کی نماز صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے کے درمیان پڑھ لی تو ادا کہلائے گی اور اگر سورج نکلنے کے بعد (مکروہ وقت کے بعد) پڑھی جائے تو قضا سمجھی جائے گی۔

سوال: کسی فرض یا واجب کو وقت پر ادا نہ کرنا اور قضا کر دینا کیسا ہے؟

جواب: عذر کے بغیر جان بوجھ کر قضا کر دینا بہت بڑا گناہ ہے، ہاں!

اگر بھول سے قضا ہو جائے، مثلاً نماز پڑھنا بھول گیا یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی، سوتا رہ گیا تو گناہ نہیں ہے۔

سوال: فرض یا واجب قضا ہو جائے تو کس وقت پڑھنی چاہیے؟

جواب: جس وقت یاد آ جائے یا جس وقت آنکھ کھلے فوراً پڑھ لے، دیر کرنا گناہ ہے؛ لیکن اگر مکروہ وقت میں یاد آئے یا جاگے تو مکروہ وقت نکل جانے کے بعد پڑھے۔

سوال: قضا نماز کی نیت کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب: قضا نماز کی نیت اس طرح کریں کہ: ''میں فلاں دن کی فجر کی قضا نماز پڑھتا ہوں''، صرف یہ نیت کر لینا کہ ''میں فجر کی قضا پڑھتا ہوں'' کافی نہیں ہے۔

اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور دن یاد نہ ہو، مثلاً کسی کی تیس دن کی فجر قضا ہے؛ لیکن اسے مہینہ اور دن یاد نہیں ہے تو ایسی صورت میں نیت کرے کہ: ''میرے ذمّے جتنی فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں یا ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں''، اسی طرح جو نماز قضا کرے اس کی نیت اسی طریقے سے کرنی چاہیے۔

سوال: قضا مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں؟

جواب: اگر اکیلے آدمی کی نماز قضا ہو تو گھر میں پڑھنا بہتر ہے اور مسجد

میں بھی پڑھ سکتا ہے؛ لیکن کسی سے کہے نہیں کہ: میں نے یہ نماز قضا پڑھی ہے؛ کیوں کہ اپنی قضا نماز کا دوسرے سے کہنا گناہ کا کام اور مکروہ عمل ہے: کیوں کہ نماز کا قضا کرنا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے؛ اس لیے قضا نماز کسی کو نہیں بتلانا چاہیے۔

سوال: وہ سنتیں جن کی قضا سنت ہے کونسی ہیں؟

جواب: فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ قضا ہو جائے تو اس دن کے زوال؛ یعنی سورج ڈھلنے سے پہلے ان کی بھی قضا فرض کے ساتھ پڑھ لے اور اگر فجر کی فرض نماز کی قضا زوال کے بعد کرے تو صرف فرض کی قضا کرے، سنت کی نہیں اور اگر صرف فجر کی سنت قضا ہوئی ہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھنا چاہے تو پڑھ لے؛ لیکن یہ سنت نہیں، نفل ہوگی۔

سوال: ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت سنتیں قضا ہو گئیں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد پڑھ لے، پہلے دو رکعت پڑھے، اس کے بعد چار رکعت پڑھے، یہ اچھا طریقہ ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان

سوال: سجدۂ سہو کسے کہتے ہیں؟

جواب: سہو کے معنیٰ بھول جانے کے ہیں، بھولے سے کبھی کبھی نماز

میں کمی یا زیادتی ہوکر نقصان ہوجاتا ہے؛ لیکن بعض نقصان ایسے ہیں کہ ان کو دور کرنے کے لیے آخری رکعت کے قعدے میں ایک سلام پھیر کر دو سجدے کیے جاتے ہیں ان کو "سجدۂ سہو" کہتے ہیں۔

سوال: سجدۂ سہو کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب: سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ: آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد دائیں طرف ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر قعدہ میں بیٹھ کر دوبارہ تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

سوال: سجدۂ سہو صرف فرض نمازوں میں واجب ہے یا تمام نمازوں میں؟

جواب: تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم ایک جیسا ہے۔

سوال: اگر ایک طرف بھی سلام نہ پھیرا اور سجدۂ سہو کرلیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہوجائے گی؛ لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

سوال: اگر دونوں سلاموں کے بعد سجدۂ سہو کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے؛ لیکن اگر کسی نے ایسا کرلیا تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی؛ بلکہ نماز صحیح ہوجاتی ہے۔ اس لیے نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دینیہ: ۱/ ۵۴۴ گجراتی، شامی)

سوال: کب کب سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟

جواب: اِن چیزوں سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے:

① کسی واجب کے بھول کر چھوٹ جانے سے۔

② یا کسی واجب یا فرض میں دیر ہو جانے سے۔

③ یا کسی فرض کو آگے کر دینے سے یا کسی فرض کے مکرر (ڈبل) کر دینے سے، مثلاً دو رکوع کر لیے، یا تین سجدے کر لیے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

④ پہلے قعدے یا آخری قعدے میں تشہد چھوٹ جانے سے۔

⑤ پہلے قعدے میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے سے یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھنے یا اتنی دیر خاموش بیٹھے رہنے سے۔

⑥ جس نماز میں قرأت زور سے پڑھی جاتی ہے اس نماز میں امام کے آہستہ پڑھنے سے اور جس نماز میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے اس نماز میں امام کے زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تمام غلطیاں بھولے سے ہوئی ہوں اور اگر جان بوجھ کر یہ غلطیاں کی ہیں تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

سوال: اگر ایک نماز میں کئی باتیں ایسی ہو جائیں جن میں سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو کتنے سجدے کرے؟

جواب: صرف ایک مرتبہ دو سجدے کر لینا کافی ہے۔

سوال: امام کے پیچھے مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا کرے؟

جواب: مقتدی کے ذمّے اپنے سہو سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

مسائل

① مسبوق؛ یعنی ایسا مقتدی جو امام کے ساتھ شروع نماز سے نہیں تھا؛ بلکہ اس کی رکعت چھوٹی ہوئی تھی، وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی نماز پوری کرنے میں سہو کرے تو اس پر قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

② فرض نماز کی پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہوگا۔

③ فرض کی پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ تو پڑھ لی؛ لیکن اس کے ساتھ سورت یا قرآنِ پاک کی بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیات ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہوگا۔

④ واجب، سنت اور نفل کی کسی بھی رکعت میں سورۂ فاتحہ یا سورت چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہوگا۔

⑤ پہلے قعدے میں بھولے سے اُٹھنے لگے تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے تو قعدہ چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے، آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

سوال: سجدۂ تلاوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: تلاوت کے معنیٰ پڑھنے کے ہیں، قرآن شریف میں چند آیات ایسی ہیں جن کے پڑھنے یا کسی کو پڑھتا ہوا سننے سے سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، اسی کا نام "سجدۂ تلاوت" ہے۔

سوال: پورے قرآن میں تلاوت کے سجدے کتنے ہیں؟

جواب: پورے قرآن میں چودہ (۱۴) سجدے ہیں۔

سوال: ٹیپ ریکاڈر یا موبائل سے اگر سجدہ کی آیتیں سنی جائیں تب کیا حکم ہے؟

جواب: اس سے تلاوت کا سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اسپیکر پر براہِ راست (LIVE) تلاوت ہو رہی ہو اور اس میں سجدے کی آیت پڑھی جائے تو سننے والے پر تلاوت کا سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔

سوال: تلاوت کا سجدہ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: نماز کی تمام شرطوں کی رعایت کے ساتھ کھڑا ہو کر تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور تین یا پانچ مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھ کر تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہوجائے یا بیٹھ جائے۔

اسی طرح اگر بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ میں چلا گیا اور سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا جب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا۔

سوال: سجدۂ تلاوت کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: جو شرطیں نماز کی ہیں وہی شرطیں سجدۂ تلاوت کی ہیں؛ یعنی بدن اور کپڑا اور جگہ کا پاک ہونا، ستر کا چھپانا، قبلہ کی طرف منہ کرنا اور سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا۔

سوال: سجدۂ تلاوت کن چیزوں سے فاسد ہوتا ہے؟

جواب: جن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے انھیں سے سجدۂ تلاوت بھی فاسد ہوجاتا ہے۔

سوال: نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھے تو کس وقت سجدہ کرے؟

جواب: بہتر تو یہ ہے کہ جس وقت سجدہ کی آیت پڑھی اسی وقت سجدہ کرلے؛ لیکن اگر اس وقت نہ کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے؛ البتہ زیادہ دیر کرنا مکروہ ہے۔

مسائل

(۱) اگر سجدہ کی کوئی خاص آیت ایک مجلس میں دو یا زیادہ مرتبہ پڑھے یا سنے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، مثلاً حفظ کرنے والا بچہ ایک جگہ بیٹھ کر حفظ کے لیے آیتِ سجدہ بار بار پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

(۲) اگر ایک مجلس میں سجدے کی دو الگ الگ آیتیں یا زیادہ پڑھی تو جتنی سجدے کی آیتیں پڑھی ہے اُتنے سجدے واجب ہوں گے۔

اسی طرح ایک ہی آیت الگ الگ مجلسوں میں پڑھی تو بھی جتنی مجلسوں

میں پڑھی اُتنے سجدے واجب ہوں گے۔

③ قرآن کی تلاوت کرنے والا ایسی جگہ تلاوت کر رہا ہے جہاں اور لوگ بھی موجود ہیں تو آیتِ سجدہ کو آہستہ پڑھے یہ بہتر ہے؛ اس لیے کہ سننے والے پر بھی سجدہ ضروری ہو جاتا ہے۔

بیمار کی نماز کا بیان

سوال: بیمار کے لیے کس حال میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جبکہ بیمار میں کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہ ہو یا کھڑے ہونے سے سخت تکلیف یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو یا سر میں چکّر آ کر گر جانے کا ڈر ہو تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

پھر اگر بیٹھ کر رکوع سجدے کر سکتا ہے تو رکوع سجدے کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر رکوع سجدے نہیں کر سکتا تو رکوع اور سجدے کے اشارے سے نماز پڑھ لے۔

رکوع سجدے کے اشارے سر جھکا کر کرے اور رکوع کے اشارے سے سجدے کے اشارے میں سر زیادہ جھکائیں۔

سوال: بیمار میں بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: ایسی صورت میں لیٹے لیٹے نماز پڑھ لے۔

سوال: لیٹے لیٹے نماز پڑھنے کی صورت کیا ہوگی؟

جواب: لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ بیمار چِت لیٹے اور پاؤں قبلہ کی طرف کرے؛ لیکن بغیر عذر کے پھیلانا نہیں چاہیے؛ بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر ذرا اونچا کرلے اور رکوع سجدے کے لیے سر کے اشارے سے نماز پڑھے، یہ صورت افضل ہے۔

مسائل

(۱) لیٹ کر نماز پڑھنے کی یہ صورت بھی درست ہے کہ شمال (اُتّر) کی طرف سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹے یا جنوب (دَکھّن) کی طرف سر کر کے بائیں کروٹ پر لیٹے اور سر سے رکوع سجدے کا اشارہ کرے، ان دونوں صورتوں میں سے دائیں کروٹ پر لیٹنا افضل ہے۔

(۲) اگر کوئی بیمار سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہ رکھے تو نماز ابھی نہ پڑھے، پھر اگر ایک دن رات سے زیادہ اس کی یہی حالت رہی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی اس کے ذمّے نہیں ہے اور اگر ایک دن رات یا اس سے کم میں سر سے اشارہ کرنے کی طاقت آگئی تو چھوٹی ہوئی نمازیں جو پانچ یا اس سے کم ہوں گی اس کی قضا بیمار کے ذمّے ضروری ہے۔

مسافر کی نماز کا بیان

سفر کی حالت میں آدمی کو بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پریشانیوں کا لحاظ کر کے مسافر کو نماز میں آسانی دی ہے۔

شریعت کی نظر میں مسافر اس شخص کو مانا جاتا ہے جو تقریباً ساڑھے ستہتر (۷۷.۵) کلومیٹر کا ارادہ کر کے نکلے۔

جو آدمی اتنی دور جانے کا ارادہ کر کے سفر پر نکلے اس کے لیے یہ حکم ہے کہ ظہر، عصر، عشا کی نماز میں فرض رکعتیں چار کے بجائے دو پڑھے، اسے ''قصر'' کہتے ہیں۔

فجر، مغرب اور وتر کی نمازیں اپنے حال پر رہتی ہیں۔

مسائل

① جب اپنی بستی کی آبادی (جیسے میونسی پال، کارپوریشن یا پنچایت کی حد) سے باہر نکل جائے تو اس کے بعد قصر شروع ہو جاتی ہے۔

② جب تک کسی جگہ پہنچ کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کر لے مسافر ہے، اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو پوری نماز پڑھے۔

③ کسی جگہ دو چار دن ٹھہرنے کا ارادہ تھا؛ لیکن کام پورا نہیں ہوا، پھر دو چار دن کی نیت کی، اس طرح دو دو، چار چار کر کے پندرہ دن سے بھی زیادہ گزر جائیں؛ لیکن پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو قصر ہی پڑھے۔

④ اگر مسافر شخص مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری نماز پڑھے۔

⑤ اگر مسافر امامت کرے تو یہ مسافر امام اپنی دو رکعت پوری کر کے

سلام پھیر دے اور مقتدیوں سے کہہ دے کہ: ’’جو مقیم ہے اپنی نماز پوری کر لے، میں مسافر ہوں‘‘، مقتدی بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو جائیں اور نماز پوری کر لیں؛ لیکن ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت نہ پڑھیں اور سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی نہ کریں۔ (بدائع، شامی)

⑥ مسافر چار رکعت والی نماز پوری پڑھ لے تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہے تو آخر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی اور اس صورت میں دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہو جائیں گی۔

لیکن مسافر امام بن کر اس طرح کرے تو اگر دو رکعت پر قعدہ کیا ہو تو مسافر امام اور دوسرے مسافرین کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی؛ لیکن ان کے ساتھ دوسرے تمام مقیم نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ اس لیے کہ اس صورت میں تیسری اور چوتھی رکعت مسافر امام کے حق میں نفل ہے اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض ہے اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز ادا نہیں ہوتی؛ لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنے والا مسافر امام گنہگار رہوگا۔ (شامی، فتاویٰ دارالعلوم)

⑦ مسافر چار رکعت والی نماز پوری پڑھ لے اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی نہیں کیا تھا تو فرض نماز ادا نہ ہوگی، چاروں نفل ہو جائیں گی، فرض دو بارہ پڑھے۔

جمعہ کی نماز کا بیان

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

جمعہ کا دن سب سے بہتر دن ہے اور اس دن ایک گھڑی (یعنی تھوڑا سا وقت) ایسی آتی ہے کہ اس میں بندہ جو بھی جائز دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے، یہ دن تمام دنوں کا سردار ہے۔

جمعہ کی نماز فرض ہے؛ بلکہ ظہر کی نماز سے زیادہ اس کی تاکید ہے، جہاں جمعہ ہو سکتا ہے وہاں جمعہ کے دن ظہر کی نماز نہیں ہے، جمعہ کی نماز اس کے قائم مقام ہے، پھر بھی بیماروں اور مسافروں، نابیناؤں اور معذوروں اور عورتوں پر فرض نہیں ہے۔ ہاں! اگر یہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جاتی ہے اور انھیں ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے؛ البتہ جمعہ کی نماز شروع وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

جمعہ کی نماز شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں ہی میں پڑھی جاتی ہے، چھوٹے گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں ہے، چھوٹے گاؤں والوں پر ظہر کی نماز ہی فرض ہے۔

جمعہ کی اذان سنتے ہی سارے کام چھوڑ کر مسجد کی طرف چل دینا چاہیے، اس کا خاص طور سے قرآنِ کریم میں حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دے دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف فوراً چل پڑو اور خرید نا بیچنا چھوڑ دیا کرو، یہ تمھارے لیے اچھی بات ہے اگر تم سمجھو۔ (از تیسیر القرآن)

اس لیے جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار میں لگے رہنا منع ہے۔

جمعہ کی نماز سے پہلے امام صاحب منبر پر بیٹھ جاتے ہیں اور مؤذن صاحب سامنے کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں، اذان پوری ہونے پر امام صاحب نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور خطبہ دیتے ہیں، پہلا خطبہ دے کر تھوڑی دیر بیٹھ جاتے ہیں، پھر دوسرا خطبہ دیتے ہیں۔

تمام نمازیوں پر خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا واجب ہے، اس وقت بات چیت، سلام، دعا، یہاں تک کہ قرآن، تسبیح، اور نماز پڑھنا بھی منع ہے۔ اگر خطبہ کی آواز نہ بھی آ رہی ہو تو خاموش بیٹھے رہیں۔

خطبہ کے بعد دو رکعت فرض جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: کیا جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے؟

جواب: آزاد، بالغ، سمجھ دار، تندرست، مقیم مردوں پر فرض ہے۔

نابالغ بچے، غلام، مجنون اور بیمار اور اندھے اور اپاہج، اسی طرح معذور اور عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے؛ لیکن اگر یہ لوگ جمعہ کی نماز میں حاضر ہوکر پڑھ لیں تو ان کی نماز ہوجائے گی اور ظہر کی نماز ان کے ذمّے اس دن کی باقی نہیں رہے گی۔

سوال: جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

① شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں (جس میں قصبہ کی شان ہو) کا ہونا۔

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے؛ بلکہ ان پر ظہر ہی فرض ہے۔

② ظہر کا وقت ہونا۔

③ نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

④ جماعت کا ہونا؛ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔

⑤ عام اجازت ہونا؛ یعنی جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھائی جارہی ہے اس جگہ ہر شخص کو آنے کی اجازت ہو۔

جہاں ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے گی وہاں جمعہ کی نماز

درست نہیں ہوگی۔

سوال: خطبہ اردو زبان میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: عربی زبان کے علاوہ ہر زبان میں خطبہ مکروہ ہے۔

سوال: جمعہ کی فرض نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: دو رکعت ہیں؛ چاہے شروع نماز سے شریک ہو، چاہے ایک رکعت کے بعد شریک ہو یا قعدۂ اخیرہ میں شریک ہو، دو رکعت ہی پوری کرے۔

لیکن اگر جمعہ کی پوری نماز باجماعت چھوٹ جائے اور دوسری کسی جگہ جمعہ ملنے کی کوئی امید نہ ہو تو اب اس پر ظہر کی نماز ادا کرنا فرض ہوگا اور جمعہ اکیلے صحیح نہیں ہوگی؛ بلکہ جمعہ کے لیے امام کے علاوہ دوسرے دو یا تین آدمی ہونا ضروری ہے۔

عید کی نماز کا بیان

مسلمانوں کے لیے سال میں دو عید ہیں:

① رمضان شریف کے ختم پر؛ یعنی پہلی شوال المکرم کو ''عید الفطر'' کہتے ہیں۔

② ذوالحجہ کی دس تاریخ کو، جسے ''عید الاضحیٰ'' کہا جاتا ہے۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں بھی واجب ہیں اور جن لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے ان سب پر دونوں عید کی نماز واجب ہے۔

دونوں عید کی نماز عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے، اس کے لیے نہ اذان دی جاتی ہے اور نہ اقامت۔

عید کی نماز کا وقت سورج نکلنے کے بعد مکروہ وقت ختم ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ

جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کی بھی دو رکعت ہیں۔

جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کے لیے بھی جماعت شرط ہے، بغیر جماعت کے عید کی نماز نہیں ہوتی۔

جماعت کی صف سیدھی کر کے نیت باندھنے لگیں تو دل میں یہ ارادہ کر لیں کہ میں: دو رکعت عید الفطر کی یا عید الاضحیٰ کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھ رہا ہوں۔

پھر تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں، پھر ثنا پڑھیں، ثنا پڑھنے کے بعد امام زور سے تین بار تکبیر کہتے ہیں، پہلی مرتبہ امام تکبیر کہے تو مقتدی آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، پھر دوسری بار بھی امام تکبیر کہے تو مقتدی حضرات آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر چھوڑ دیں، پھر تیسری مرتبہ ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ہوئے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں اور اس دفعہ ہاتھ چھوڑنے کے بجائے باندھ لیں۔

امام سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت جیسے سورۂ اعلیٰ زور سے پڑھے گا اور مقتدی خاموشی سے سنیں گے، قرأت کے بعد رکوع اور سجدہ ہوگا۔

دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت جیسے سورۂ غاشیہ کے بعد تین تکبیر ہاتھ اُٹھا کر کہی جاتی ہیں اور ہاتھ چھوڑ دیے جاتے ہیں، پھر چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے ہیں اور رکعت پوری کرتے ہیں۔

نماز کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے جس کو خاموشی سے سننا چاہیے۔

عید الفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا ضروری ہے؛ تاکہ غریب مسلمان بھی عید کے دن خوشی منا سکیں اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی کی جاتی ہے، قربانی کا گوشت ہم اپنے رشتے داروں، پڑوسیوں، دوستوں اور غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ذوالحجہ کی ۹ / تاریخ کو ''عرفہ'' کا دن کہتے ہیں، اس دن روزہ رکھنے کی فضیلت ہے۔

۱۰ / تاریخ کو عید ہوتی ہے اور ۹ / سے لیکر ۱۳ / تاریخ تک پانچ دنوں کو ''ایامِ تشریق'' کہتے ہیں۔

ذی الحجہ کی ۹ / تاریخ کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ / تاریخ کی عصر تک ۲۳ / نمازوں کے فوراً بعد مردوں کے لیے زور سے تکبیرِ تشریق ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور اسی طرح عورتوں کے لیے آہستہ آواز سے تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرِ تشریق یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

عیدالاضحیٰ؛ یعنی بقرہ عید میں زور سے تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جانا مستحب ہے اور عیدالفطر میں آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جانا مستحب ہے۔

دونوں عید کی سنتیں اور مستحب باتیں

(۱) غسل اور مسواک کرنا۔

(۲) اپنے لباس میں سے اچھا لباس پہننا۔

(۳) خوشبو لگانا۔

(۴) عیدالفطر میں جانے سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا۔

(۵) عیدالفطر میں صدقۂ فطر ادا کر کے عیدگاہ جانا۔

(۶) عیدالاضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد اپنی قربانی کا گوشت کھانا۔

(۷) عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔

(۸) پیدل جانا۔

(۹) ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے آنا۔

(۱۰) عید کی نماز سے پہلے گھر یا عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نفل نہ پڑھنا، دوسری جگہ پڑھ سکتا ہے۔

جنازہ کی نماز کا بیان

جنازہ کی نماز فرضِ کفایہ ہے؛ یعنی چند لوگ پڑھ لیں تو سب کے ذمّے سے فرض ادا ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر کوئی بھی نہ پڑھے تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔

ہم میں سے ہر شخص کو مرنا ہے، ہم چاہیں گے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی دعا کریں؛ اس لیے ہمیں بھی دوسروں کے جنازہ میں حاضری کی کوشش کرنی چاہیے۔

جنازہ کی نماز دوسری نمازوں سے بالکل الگ ہے، اس میں نہ رکوع ہے، نہ سجدہ اور نہ قعدہ، اس میں میت کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

جنازہ کی نماز کا طریقہ

جنازہ سامنے رکھ کر نمازیوں کی تعداد کے لحاظ سے تین یا پانچ یا سات صفیں بنانی چاہیے۔ امام میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

نیت اس طرح کی جاتی ہے: میں اللہ کے واسطے اس جنازے کی نماز، اس میت کی دعا کی غرض سے، اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔

سب سے پہلے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ کہتے ہوئے نیت باندھ لیتے ہیں اور ثنا پڑھتے ہیں، پھر دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھتے ہیں، اس کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر دعا کرتے ہیں اور اس کے بعد چوتھی تکبیر کہتے ہیں اور پھر سلام پھیر دیتے ہیں۔

اگر جنازہ بالغ مرد یا عورت کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ.

اگر جنازہ نابالغ بچے کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.

اگر جنازہ نابالغ بچی کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً.

روزہ کا بیان

سوال: روزہ کس پر فرض ہے؟

جواب: ہر عقل والے، بالغ، تندرست، جو کسی جگہ مقیم ہو ایسے مسلمان پر روزہ فرض ہے، جب رمضان کا مہینہ آئے تو پورے مہینے کے روزے رکھے، سخت بیماری، شرعی سفر وغیرہ کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو ان روزوں کی قضا فرض ہے۔

سوال: روزے کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: روزے کی تین قسمیں ہیں:

① فرض؛ جیسے رمضان کے ادا یا قضا روزے یا کفارے کے روزے فرض ہیں۔

② واجب؛ جیسے نفل روزہ جس کو توڑ دیا گیا ہو اس کی قضا اور نذر کا روزہ واجب ہے۔

③ نفل؛ جیسے ۹ اور ۱۰/محرم کا روزہ یا ذی الحجہ کے ۹/دن یا صرف نویں ذی الحجہ؛ یعنی عرفہ کے دن کا روزہ وغیرہ۔ یہ اور رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ باقی جس دن بھی روزہ رکھا جائے وہ نفل ہوگا۔

نوٹ: عید الفطر، عید الاضحیٰ، اور گیارہ، بارہ، اور تیرہ ذی الحجہ میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

سوال: روزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک نیت کے ساتھ کھانے، پینے اور بیوی سے خواہش پوری کرنے کو چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے۔

رمضان میں یہ کام کرو:

① سحری کرنا۔

② افطار جلدی کرنا۔

③ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

④ غلط باتوں سے بچنا۔

۵ رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کرنا۔

سوال: روزہ کن کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ اِن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے:

۱ منہ بھر کر خود قے (Vomit) کرنے سے۔

۲ کان یا ناک میں دوا ڈالنے سے۔

۳ سورج ڈوبنے کے خیال سے افطار کرنے سے؛ حالاں کہ سورج ڈوبا نہ ہو۔

۴ سحری کے وقت کے خیال سے کھا، پی لینے سے: حالاں کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا، صبح صادق ہو چکی تھی، ان سب صورتوں میں صرف قضا کرے، کفارہ نہیں۔

سوال: کفارہ کس پر واجب ہوتا ہے؟

جواب: اگر کوئی روزہ دار رمضان کے مہینے میں جان بوجھ کر کھا پی لے یا بیوی سے جماع کر لے تو اس پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

سوال: کفارہ کیا چیز ہے؟

جواب: ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ (۶۰) بالغ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو ایک صدقۂ فطر جتنا (یعنی پونے دو کلو) گیہوں یا اس کی قیمت دے دے۔

سوال: وہ کون ہیں جنھیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب: حاملہ عورت، دودھ پلانے والی عورت، سخت بیمار اور مسافر، ان کو رمضان میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے؛ مگر بعد میں قضا کرنا فرض ہے۔

سوال: جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ کیا کرے؟

جواب: بڑھاپے یا سخت بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور آئندہ قضا کی امید نہ ہو تو وہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو ''صدقۂ فطر'' کے برابر اناج دے یا اس کی قیمت ادا کرے یا صبح شام اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا کرے، شریعت میں اسے فدیہ کہتے ہیں۔

لیکن اگر بعد میں روزہ رکھنے پر طاقت ہو جائے تو روزوں کی قضا واجب ہے اور جو فدیہ ادا کیا ہے اس کا ثواب اللہ کے یہاں ملے گا۔

سوال: نیت کس وقت کرنی ضروری ہے؟

جواب: رمضان شریف کے ادا روزے، نذرِ مُعَیَّن اور سنت اور نفل میں رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، صبح صادق کے بعد سے لے کر آدھے دن سے پہلے تک نیت جائز ہے، آدھے دن کا مطلب صبح صادق سے لے کر سورج ڈھلنے تک ہے، اور رمضان کا قضا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور اس نذر کا روزہ جس کا دن متعین نہ ہو اور وہ نفل روزہ جس کو شروع کر کے توڑ دیا ہو تو ان تمام روزوں میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے اور اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

صدقۂ فطر اور قربانی کا بیان

سوال: صدقۂ فطر اور قربانی کس پر واجب ہے؟

جواب: جو آدمی نصاب کا مالک ہو یا ضرورت سے زیادہ نصاب کی قیمت کے برابر مال سامان رکھتا ہو اس پر عید الفطر کے دن ''صدقہ'' دینا اور عید الاضحیٰ میں ''قربانی'' کرنا واجب ہے۔

جس پر صدقۂ فطر واجب ہو وہ اپنی طرف سے اور اپنے نابالغ بچوں میں سے ہر ایک کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔

نصاب والا کون ہے؟

جس کے پاس ۶۱۲ رگرام، ۳۶۰ رملی گرام چاندی یا ۸۷ رگرام، ۴۸۰ رملی گرام سونا یا اتنی قیمت کا تجارت کا سامان جس کو تجارت کے ارادے سے خریدا گیا ہو یا اتنے پیسے موجود ہوں اس کو نصاب والا کہا جاتا ہے۔

سوال: صدقۂ فطر کتنا دینا ہے؟

جواب: ایک کلو ۶۳۶ رگرام گیہوں (جو گیہوں گھر میں استعمال کیے جاتے ہوں یا درمیانی قسم کے) یا اتنے گیہوں کی قیمت دینا ہے، احتیاطاً پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دے دیں۔

سوال: صدقۂ فطر کس وقت ادا کرنا سنت ہے؟

جواب: عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا سنت ہے، عید کی نماز کے بعد بھی

جائز ہے۔

سوال: قربانی کا وقت کیا ہے؟

جواب: قربانی کا وقت ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق سے لے کر بارھویں تاریخ کی شام تک ہے؛ لیکن جہاں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ عید کی نماز پڑھ کر قربانی کرے۔

سوال: کن جانوروں کی قربانی درست ہے؟

جواب: بکرا، بکری، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، ان سب جانوروں کی قربانی جائز ہے۔

بکرا، بکری ایک سال اور گائے، بھینس، بھینسا دو سال اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال سے کم نہ ہو۔

بکرا، بکری ایک آدمی کی طرف سے اور گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

قربانی کا جانور عیب والا نہ ہو، اندھا، کانا، لنگڑا، بہت کمزور اور بیمار نہ ہو اور تیسرے حصے سے زیادہ کان یا دُم کٹا ہوا نہ ہو۔

زکوٰۃ کا بیان

سوال: زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

جواب: زکوٰۃ ہر عقل مند، بالغ، مسلمان، مرد، عورت پر فرض ہے، جس کے پاس نصاب جتنا سونا، چاندی یا زیور یا تجارت کا مال اپنی ضروری حاجت سے زیادہ ہو؛ یعنی خرچے اور استعمال، اور قرض سے زیادہ ہو اور اس پر پورا ایک سال گذر چکا ہو۔

سوال: زکوٰۃ کا نصاب کتنا ہوتا ہے؟

جواب: زکوٰۃ کا نصاب کم سے کم ۶۱۲ ر گرام، ۳۶۰ ر ملی گرام چاندی یا ۸۷ ر گرام ۴۸۰ ر ملی گرام سونا یا ۶۱۲ ر گرام چاندی کے برابر روپیے یا اتنی قیمت کا تجارت کا سامان ہو جس کو تجارت کے ارادے سے خریدا گیا ہو۔

فائدہ: (۱) جس کے پاس تھوڑا سونا اور نقد روپیے ہوں۔

(۲) تھوڑی چاندی اور نقد روپیے ہوں۔

(۳) تھوڑا سونا، تھوڑی چاندی اور تھوڑے نقد روپیے ہوں۔

اور سونا، چاندی کی قیمت اور نقد روپیے ملاویں تو وہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو جاوے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

نوٹ: تجارت کا سامان، نقد روپیے اور سونا و چاندی کا بھی اسی طرح مسئلہ ہے۔

سوال: زکوٰۃ میں کتنا مال دینا چاہیے؟

جواب: جتنا مال ہو اس کا ''چالیسواں حصہ (ڈھائی فی صد)'' زکوٰۃ میں دینا فرض ہے، مثلاً سو روپیے میں ڈھائی روپیے۔

سوال: زکوٰۃ کس کو دے سکتے ہیں؟

جواب: وہ لوگ جن کو اِس زمانے میں زکوٰۃ دینا جائز ہے وہ یہ ہیں:

① مسکین کو جو کچھ مال نہ رکھتا ہو۔

② غریب کو جو نصاب کا مالک نہ ہو۔

③ قرض دار کو؛ اگر چہ اس کے پاس نصاب جتنا مال ہو؛ لیکن قرض ادا کرنے کے لیے کافی نہ ہو۔

④ حاجت مند مسافر کو حاجت جتنی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

سوال: کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے؟

جواب: اِن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے:

① مال دار؛ یعنی وہ شخص جس پر زکوۃ فرض ہے، یا نصاب کے برابر اور کوئی مال موجود ہو جو اس کی اصلی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں، اس کے لیے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے۔

② سید؛ یعنی بنو ہاشم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

③ مسلمان ہی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

④ مال دار آدمی کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

⑤ اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی چاہے اور اوپر کے ہوں۔

⑥ بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی؛ چاہے اور نیچے کے ہوں۔

⑦ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

ان کے علاوہ دوسرے رشتے دار؛ جیسے بھائی، بہن، ماموں، خالہ، پھوپھی، چچا وغیرہ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؛ لیکن دیتے وقت نیت ضروری ہے، بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

فائدہ: غریب رشتے دار کو زکوۃ و صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے۔

تیسرا باب

خلفائے راشدین کی سیرت

پہلے خلیفہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: عبداللہ۔

کنیت: ابوبکر۔

لقب: صدیق، عتیق، صاحِب۔

ولادت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت سے ۵۰ /سال پہلے مکہ میں ہوئی۔

والد کا نام: عثمان۔

والد کی کنیت: ابوقحافہ۔

والدہ کا نام: سلمیٰ۔

وفات: ۱۳ھ

کل عمر: ۶۳ سال۔

خلافت کی کل مدت: ۲/سال، ۳/مہینے اور ۱۱/دن۔

دفن کی جگہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام و نسب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ابا پہلے مکہ کے کافر تھے؛ اس لیے انھوں نے آپ کا نام ''عبد الکعبہ''؛ یعنی کعبے کا بندہ رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نام کو بدل کر آپ کا نام عبد اللہ کر دیا؛ لیکن آپ ابو بکر کے نام سے مشہور ہو گئے۔

پیارے بچو! ماں باپ کو چاہیے کہ برا نام نہ رکھے، اگر کسی کا برا نام رکھا ہو تو اس کو بدلوا دے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کا نام: عثمان بن عامر تھا، آپ کے والد نام کے مقابلے میں اپنی کنیت ''ابو قحافہ'' سے زیادہ مشہور تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھا، قریش کے دس بڑے عزت والے گھرانوں میں سے ایک بنو تمیم بن مُرّہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا نسب ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے:

عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تَیم بن مُرَّہ بن کعب بن لُؤی بن غالب قریشی تیمی.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب ساتویں پشت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ''مرّہ'' پر جا ملتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب اور اس کی وجہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک لقب ''عتیق'' تھا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَا أَبَا بَکْرٍ! اَنْتَ عَتِیْقٌ مِنَ النَّارِ.

اے ابو بکر! تم جہنم کی آگ سے آزاد ہو۔

اسی دن سے آپ کا لقب ''عتیق'' ہو گیا۔

آپ کا دوسرا لقب ''صدیق'' ہے، یہ لقب آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے عطا فرمایا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے اُحد! تو ٹھہر جا! تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج کی رات مسجدِ اقصیٰ اور ساتوں آسمانوں کا سفر کرایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبح لوگوں سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

مکہ والوں نے جب یہ بات سنی تو بھاگے بھاگے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ: اپنے ساتھی کی خبر لیجیے، ان کا خیال ہے کہ ان کو ایک ہی رات میں بیت المقدس کا سفر کرایا گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا ہے؟

لوگوں نے کہا: ہاں! واقعی آپ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بولے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے فرمایا ہے تو بالکل سچ ہے۔

لوگوں نے کہا: کیا واقعی آپ اس بات کو سچا مانتے ہیں کہ وہ (یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے؟

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس بات کو سچا ماننے میں کوئی تعجب اور شرم نہیں؛ بلکہ میں تو اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ایمان رکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صبح شام آسمان سے خبریں آتی ہیں۔

اس طرح بے مثال طریقے سے سچا ماننے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' پڑ گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تیسرا لقب ''صاحب'' ہے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے سفر کے وقت ''ثور'' نام کے غار (Cave) میں تھے اس وقت خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (التوبة:۴۰)

ترجمہ: جس وقت وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے یہ فرما رہے تھے کہ تم غم مت کرو، یقین رکھو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔

اس وقت سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''صاحب'' ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین کا اسلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عثمان بن عامر ابوقحافہ رضی اللہ عنہ مکہ کی فتح کے وقت مسلمان ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انھیں اپنے ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ انھیں (گھر پر ہی) رہنے دیتے، ہم خود ہی ان کے پاس چلے آتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہی کو لائق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر ابوقحافہ مسلمان ہو گئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر اور کنیت ام الخیر تھی۔ شروع اسلام ہی میں دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا تھا۔

سب نے مل کر خلیفہ بنایا

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا امیر کس کو بنایا جائے؟ اور کس کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین بنایا جائے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کے ساتھی بھی تھے اور بہترین رفیق بھی۔

جب حج فرض ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حج کے امیر مقرر ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ نماز میں امامت بھی فرمائی، ان سب باتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے آپس کے مشورے سے اتفاق کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ طے کرلیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوّل خلیفہ ہونے پر دلیل

حضرت جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک عورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی کسی ضرورت کے لیے حاضر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر کسی وقت آنے کے لیے فرمایا۔

اس نے عرض کیا: اگر آپ سے میری ملاقات نہ ہوسکے تو پھر کیا کروں؟

وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر مجھ سے تمھاری ملاقات نہ ہوسکے تو تم ابوبکر کے پاس آجانا۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند ہماری پسند

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے حالات پر غور کیا، ہم نے دیکھا کہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت سونپی تھی؛ اس لیے ہم نے اپنی دنیا کی امامت (یعنی امیر بننے) کے لیے ان کو پسند کرلیا جن کو حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ہمارے دین کی امامت کے لیے پسند کیا تھا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا؛ لیکن یہ لشکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات کی خبر سن کر رک گیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی اس لشکر کو روانہ کیا۔

اسی دوران یہ خبریں آنے لگیں کہ بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے ہیں؛ یعنی اسلام سے پھر گئے ہیں، کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جنھیں اسلام قبول کیے ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا؛ اسی لیے وہ اسلام کی سچائی کو ابھی سمجھ نہیں پائے تھے، ان حالات کو دیکھ کر نبی ہونے کے جھوٹے دعوے دار بھی پیدا ہو گئے۔

جب اس طرح کے حالات پیدا ہو گئے تو بہت سے لوگوں نے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ: حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ابھی روانہ نہ کریں؛ تاکہ دشمن مدینہ پر حملہ کریں تو ان کا مقابلہ کیا جا سکے، ان مشورہ دینے والوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے؛ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی نرم مزاجی کے باوجود اس معاملے میں سختی سے فیصلہ کر کے لشکر روانہ فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے کہ درندے اور کتے مجھے پھاڑ کھائیں تب بھی میں اُس لشکر کو شام جانے سے نہیں روکوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام جانے کا حکم فرمایا تھا۔

اس لشکر میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں روک لیا؛ تاکہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔

سب سے اہم اور خطرناک فتنے جھوٹی نبوت کے تھے، ان میں سب سے خطرناک یمامہ کا مسیلمہ کذّاب تھا، اس نے تقریباً چالیس ہزار کا لشکر جمع کر لیا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے تیرہ ہزار (13000) کے لشکر کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوئے، یمامہ میں مسیلمہ کذّاب چند دن تک اپنے دوستوں کے بیچ میں رہا۔

آخر مسیلمہ کذّاب مارا گیا اور سترہ ہزار (17000) مُرتد لوگ اور اسلام کے دشمن ہلاک ہوئے، اس جنگ میں تقریباً ایک ہزار (1000) مسلمان شہید ہوئے۔

سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہونے والے فتنوں میں یہ سب سے بڑا فتنہ تھا، اس فتنے کے ختم ہونے کے ساتھ ہی مرتد لوگوں کی کمر ٹوٹ گئی، مسلمان غالب آگئے اور ہر طرف امن ہو گیا۔

قرآنِ مجید کو جمع کرنا

نبی ہونے کا جھوٹا دعوے دار مسیلمہ کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس میں شہید ہونے والے مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد حافظوں کی تھی؛ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو ایک جگہ

جمع کرنے کا ارادہ فرمایا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں قرآنِ مجید الگ الگ چیزوں پر لکھا جاتا تھا، اس زمانے میں کاغذ اتنا زیادہ ملتا نہیں تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کو قرآن کا کم و زیادہ حصہ یاد تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پورے قرآنِ کریم کی حافظ تھی؛ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کی فکر کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بڑی دینی اور تاریخی کام کی ذمّے داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: آپ نوجوان عقل مند آدمی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا کرتے تھے؛ لہٰذا قرآنِ مجید کو ایک جگہ جمع کر دیجیے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حافظوں کے سینوں، کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلوں اور چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھا ہوا قرآن جمع کیا۔

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ قرآن اُن کے پاس رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوسرے ملکوں کو جیت لینا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندرونی مسائل پر قابو پانے کے بعد ایران اور

رُوم کی طرف متوجہ ہوئے، اُس وقت دنیا کی بڑی حکومتیں یہی تھیں، ایران کے لوگ آگ کے پجاری تھے، جن کو ہمارے یہاں ''پارسی'' کہتے ہیں۔

روم والے عیسائی تھے۔

اس زمانے میں دونوں ہی مسلمانوں کے دشمن تھے۔

ایران کے بادشاہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک پھاڑ دیا تھا۔

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایران کی طرف روانہ فرمایا، ان کے اور ایران والوں کے درمیان پندرہ جنگیں ہوئیں، ان سب میں مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

روم کی طرف چار لشکر روانہ فرمائے، ان کے امیر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔

ان لشکروں میں مجاہدین کی تعداد تقریباً تیس ہزار (30000) تھی، ان لشکروں نے چار الگ الگ راستوں سے دو لاکھ چالیس ہزار (2.40000) کی فوج والے رومی لشکر پر حملہ کیا، بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان سے جا ملے۔

رومی ہار کر یَرْموک میں جمع ہوئے، وہاں زبردست جنگ ہوئی، یہ لڑائیاں ابھی جاری تھیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انھوں نے سخت ٹھنڈی والے دن غسل کیا تو انھیں بخار ہو گیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔

بیماری کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ان دنوں مسجد میں نہ جا سکتے تھے؛ اس لیے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خبر لینے کے لیے آتے تھے، سب سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آتے تھے۔

جب ان کی بیماری زیادہ ہوگئی تو ان سے عرض کیا گیا کہ: ہم آپ کے لیے طبیب بلائیں؟

آپ نے فرمایا کہ: طبیب (یعنی اللہ تعالیٰ) نے مجھے دیکھ لیا ہے اور وہ کہتے ہیں: ''بے شک میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خلیفہ بننے کے بعد سے اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے؟

حساب کر کے بتایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: میری فلاں زمین بیچ کر یہ رقم بیت المال (اسلامی خزانہ) میں جمع کر دی جائے اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اس دوران میرا جتنا مال بڑھا ہے وہ میرے بعد والے خلیفہ کو پہنچا دینا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر تھے؛ اس لیے جب خلیفہ ہونے کے دوسرے روز وہ کپڑے کا تھان لے کر بیچنے کے لیے بازار کی طرف نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

اگر آپ تجارت کرتے رہے تو مسلمانوں کے کام کون کرے گا؟

چنانچہ مسلمانوں کے مشورے سے آپ کا وظیفہ مقرر ہوا، وہ بھی اتنا تھا جتنا ایک عام آدمی کا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے ان کے مال کو دیکھا تو ایک پرانی چادر اور ایک حبشی غلام تھا اور ان کے علاوہ ایک اونٹنی تھی، ہم نے یہ دونوں چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیں تو وہ رو پڑے اور روتے روتے فرمایا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمتیں ہوں، انھوں نے اپنے بعد والوں کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔

جب بیماری زیادہ ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی وصیت فرمائی کہ: میرے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

یہ وصیت سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا؟ حالاں کہ ان کے مزاج میں بہت سختی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب خلافت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو یہ سختی جاتی رہے گی، وہ امت کے بہترین آدمی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آخری گھڑیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری پندرہ (۱۵) دن تک رہی، ۲۲/جمادی الاخریٰ ۱۳ھ پیر کے دن انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس دن وفات پائی تھی؟

میں نے جواب دیا کہ: پیر کے دن۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے امید ہے کہ آج دن یا رات کو میری وفات ہوگی۔

پھر سوال کیا: تم لوگوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کتنی چادروں میں کفن دیا تھا؟

انھوں نے جواب دیا: یمن کی لائننگ والی تین چادروں میں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری چادر میں زعفران یا گیرو کا نشان ہے، اسے دھو دینا اور دوسری دو چادریں ملا کر میرا کفن بنا دینا۔

ان سے عرض کیا گیا کہ: اللہ نے ہمیں بہت کچھ عطا کیا ہے، خوب احسان فرمایا ہے، ہم آپ کو نئی چادروں میں کفن دیں گے۔

انھوں نے فرمایا کہ: زندہ شخص کو نئے لباس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے؛ تاکہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے، جبکہ میت کا انجام تو گلنا سڑنا ہے اور لباس کا پرانا ہونا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ: انھیں ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

مغرب کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر جو آخری بات نکلی وہ قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ تھی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! مسلمان ہونے کی حالت میں مجھے موت عطا فرمائیے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دیجیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ کو قبر میں اُتارنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ قبر میں اترے اور وصیت کے مطابق آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ /سال تھی، آپ دو سال تین مہینے گیارہ دن خلیفہ رہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیویاں

① قُتَیلہ بنت عبد العُزّیٰ، یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں جاہلیت کے زمانے میں

ہی طلاق دے دی تھی، ہجرت کے موقع پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمات اور قربانیاں آپ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھ چکے ہو۔

(۲) حضرت اُمِّ رُومان بنت عامر بن عُوَیمِر رضی اللہ عنہا، آپ شروع اسلام ہی میں مسلمان ہوگئیں تھیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی، یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور ۶ ہجری میں مدینہ میں وفات ہوئی۔

(۳) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، ان کی کنیت ام عبداللہ تھی، ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد پیدا ہوئے۔

(۴) حبیبہ بنت خارجہ الانصاریہ الخزرجیہ رضی اللہ عنہا، آپ کی وفات کے بعد ان سے آپ کی بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے الگ الگ وقت میں چار شادیاں کی، آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ۔

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت محمد رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سب سے بڑے لڑکے تھے، بہادری اور تیر چلانے میں بہت مشہور تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو طائف کی لڑائی میں ایک تیر لگا تھا جس کا زخم لمبے زمانہ تک باقی رہا، جس کے نتیجے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مدینہ میں شہید ہوئے۔

حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پلے بڑھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا گورنر بنایا تھا، وہیں شہید ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کے نام:

1. حضرت اسماء رضی اللہ عنہا۔
2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔
3. حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام المؤمنین کا مرتبہ پایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی؛ یعنی اچھا

سلوک کرنے والے تھے۔

سچ بولنے والے تھے۔

مصیبت کے وقت صبر کرنے والے تھے۔

نازک حالات میں لوگوں کو کام آتے تھے۔

مہمانوں کا اکرام کرتے تھے۔

کبھی بھی آپ نے گانے بجانے جیسے گندے شعروشاعری زبان سے نہیں بولی۔

ایک مرتبہ بہت سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے، سب کے بیچ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ: اسلام سے پہلے جاہلیت میں یا اسلام کے بعد کبھی آپ نے شراب پی ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ حفاظت میں رکھے! میں نے کبھی شراب نہیں پی۔

لوگوں نے پوچھا: کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ: آدمی جب شراب پیتا ہے تو اپنی عزت کھو دیتا ہے اور میں اپنی عزت بچاتا ہوں؛ اس لیے میں نے کبھی شراب نہیں پی۔

ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ایک ظالم عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک گردن میں ڈالی اور اس کو اس طرح لپیٹ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سانس گھوٹنے لگا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ گئے اور اس ظالم عقبہ کو کندھوں کے زور سے دھکا دے کر

ہٹایا اور بولے: ارے ظالمو! جو نبی تمھارے پاس اللہ کی نشانیاں لائے اور کہتے ہیں کہ: میرے رب اللہ ہیں، کیا ان کو قتل کرنا چاہتے ہو؟

دیکھو! اس قصے میں انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کتنی مدد کی!!

کھانے پینے میں احتیاط

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے غلام نے کوئی چیز لاکر پیش کی، آپ کو بہت سخت بھوک لگی تھی؛ اس لیے آپ پوچھے بغیر اس کو کھانے لگے، غلام نے کہا: آپ کو معلوم ہے یہ چیز مجھے کیسے ملی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: بتلاؤ! کیسے ملی؟

اس نے کہا کہ: اسلام لانے سے پہلے میں نے ایک شخص کے لیے کہانت (جیوتشی) کا کام کیا تھا اور اس میں میں نے دھوکا دیا تھا، آج اس آدمی سے ملاقات ہوگئی تو اس نے مجھے اس کہانت والے کام کا بدلہ دیا۔

بس! اتنا سننا تھا کہ آپ بے چین ہوگئے اور گلے میں انگلی ڈال ڈال کر قے کردی اور سب کھانا باہر نکال دیا اور کہا: اِس کھانے کو نکالنے میں اگر میری جان بھی نکل جاتی تب بھی میں اس کھانے کو نکال کر ہی رہتا۔

دیکھو! کھانے پینے کے معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنا احتیاط کرتے تھے؟ اور آج ہم چوری کا، جھوٹ کا، دھوکے کا جو ملا وہ کھا جاتے ہیں۔

اس لیے غلط کمائی اور حرام کھانے سے بچو۔

لوگوں کی خدمت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محلے میں لوگوں کے گھر جا کر بکریوں کا دودھ نکالنے کی خدمت کرتے تھے، جب آپ خلیفہ بن گئے تو ایک لڑکی کو بہت افسوس ہوا اور کہنے لگی کہ: اب ہماری بکریوں کا دودھ کون نکال کر دے گا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن لیا تو فرمایا کہ: ضرور! میں ہی دودھ نکال کر دوں گا، خلافت کی ذمّے داری میرے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتی اور آپ نے خلیفہ بننے کے بعد بھی وہ خدمت جاری رکھی۔

دیکھو! بچو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑا بننے اور خلافت و حکومت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد بھی خدمت کا کام کیسے جاری رکھا!!

اس طرح بوڑھوں اور ضعیفوں کی بھی آپ بہت خدمت کرتے تھے۔

اس لیے پیارے بچو! بوڑھوں اور کمزوروں کی خدمت کرو۔

سادے کپڑے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کپڑوں کے معاملے میں بھی بہت سادے تھے، بعض مرتبہ کپڑے کے کُرتے کے بجائے ٹاٹ کا کرتہ پہنتے اور بٹن بھی نہیں ہوتے تو ببول (બાવળ) کے کانٹے لگا رکھتے تھے، اسی حال میں آپ پر اللہ کی طرف سے سلام آتا تھا اور یہ بھی ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے یوں فرماتے کہ: ابوبکر سے پوچھو کہ: کیا وہ اس حال میں مجھ سے راضی ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے: یا رسول اللہ! میں اس حال میں بھی؛ یعنی ٹاٹ پہن کر کے بھی اپنے رب سے راضی اور خوش ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کے دین کی خاطر بہت سخاوت کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ بہت کم آتا تھا، غصے کو قابو کر لیتے تھے اور قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی تعریف فرمائی ہے، فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ. (اٰلِ عمران)

ترجمہ: اور وہ غصہ کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

اس لیے پیارے بچو! سیدھے سادے کپڑے پہنو اور غصہ نہ کرو۔

جنازے کی نماز میں حصہ لینا، مسکین کو کھانا کھلانا، بیمار کی خبر لینے کے لیے جانا، روزہ رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں فرمایا: آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! میں نے روزہ رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون جنازے کی نماز پڑھنے گیا تھا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے جنازے کی نماز پڑھی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کس نے غریب کو کھانا کھلایا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے کھلایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت؛ یعنی خبر گیری کی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص میں یہ سب خوبیاں پیدا ہوجائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

پیارے بچو! یہ سب کرنے کے کام ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بچپن اور تجارت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بچپن بہت پاکیزہ اور بہت اچھا تھا، آپ کا دل بہت نرم تھا، لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کرتے تھے، جہاں کسی کو تکلیف میں دیکھتے تھے اس کی تکلیف دور کرنے کی پوری کوشش کرتے۔

آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

آپ کو علم حاصل کرنے کی بہت دُھن تھی۔

اٹھارہ برس کی عمر ہی میں آپ نے تجارت شروع کی، تجارت میں ہمیشہ سچائی، امانت داری اور دیانت داری سے کام لیتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی تجارت بہت چلی؛ چوں کہ اس زمانے میں کوئی امانت داری اور سچائی سے تجارت نہیں کرتا تھا۔

پیارے بچو! سچائی اور امانت داری بہت اچھی چیز ہے؛ اس لیے

ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ڈالو اور امانت دار بنو۔

غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے کا واقعہ

حضرت ابو بکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جب مدینہ کی ہجرت کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ کے باہر ایک غار میں گئے؛ چوں کہ دشمن تلاش کرنے نکلے تھے، اس موقع پر پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں گئے، غار کو خوب اچھی طرح صاف کیا، جہاں جہاں سوراخ نظر آئے اس کو اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیا؛ لیکن دو سوراخ باقی رہ گئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دو سوراخوں پر اپنا پاؤں رکھ دیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندر بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود مبارک میں سر رکھ کر سو گئے۔

ایک سوراخ میں سے ایک سانپ نکلا جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیر پر ڈنک مارا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت دیر تک صبر کیا اور تکلیف برداشت کی، ذرا بھی نہیں ہلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے؛ لیکن جب بہت زیادہ درد ہوا تو آنکھ میں سے آنسو نکلے وہ آنسو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ابو بکر! تم کو کیا ہوا؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک لگایا تو زہر ختم ہو گیا اور تکلیف دور ہو گئی۔

دیکھو! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زہر کو برداشت کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسی محبت ہوگی!

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحتیں

(۱) عقل مند کی پہچان یہ ہے کہ وہ زیادہ باتیں نہ کریں۔

(۲) کسی مسلمان کو حقیر نہ جانیں۔

(۳) جس قوم میں بری باتیں عام ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔

(۳) گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے؛ لیکن گناہ سے بچنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

(۴) اپنی زندگی کے اس دن کے بارے میں روؤ جو گزر گیا اور تم نے اس میں کوئی نیکی نہیں کی۔

(۵) جب تک آدمی فرض ادا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی نفل قبول نہیں کرتے۔

(۶) مظلوم کی بد دعا سے بچو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوراً سن لیتے ہیں۔

(۷) آدمی جس علم پر عمل نہ کرے وہ بے کار ہے۔

⑧ بُروں کے پاس بیٹھنے سے اچھا یہ ہے کہ اکیلے بیٹھے رہو۔

⑨ دوا کھا کھا کر آدمی کبھی تندرست نہیں بن سکتا۔
(اس لیے اچھا تندرستی دینے والا کھانا کھاؤ)۔

⑩ غریبوں اور مسکینوں کو پورے ادب کے ساتھ صدقہ خیرات دو، خوشی خوشی خیرات دینا اللہ کے یہاں قبول ہونے کی نشانی ہے۔

⑪ اللہ سے شرم وحیا کرو۔

⑫ ہر کام کرتے وقت یاد رکھو کہ اللہ دیکھ رہے ہیں۔

⑬ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

⑭ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ: ایک دوسرے سے دوستی کا تعلق مت توڑو۔

⑮ کسی سے حسد نہ کرو اور کسی کے خلاف دل میں کینہ اور بیر مت رکھو۔

خلیفۃ المسلمین کا معنیٰ

خلیفہ: نائب اور قائم مقام کو کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا تھے اور دنیوی امور میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے تھے، فوجوں کی ترتیب، بیت المال کی نگرانی اور دوسرے تمام

فیصلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کی دینی اور دنیوی رہنمائی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو قائم مقام اور نائب مقرر کیے گئے انھیں ''خلیفة المسلمین''؛ یعنی مسلمانوں کے حاکم اور امیر کہا جاتا ہے۔

سوالات

١. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اصل نام، کنیت اور لقب کیا ہے؟
٢. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ماں اور ابّا کا نام کیا ہے؟
٣. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟
٤. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟
٥. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔
٦. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔
٧. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشہور کارنامے کیا ہیں؟
٨. خلیفة المسلمین کسے کہتے ہیں؟

دوسرے خلیفہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: عمر۔

کنیت: ابوالحفص ۔

لقب: فاروق۔

ولادت: ہاتھی والوں کے واقعے کے ۱۳/سال بعد ۵۸۳ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔

والد کا نام: خطاب۔

والدہ کا نام: حنتمہ بنت ہشام بن المغیرہ۔

وفات: یکم محرم سن ۲۴/ہجری کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب ہوئی۔

کل عمر: ۶۳/سال۔

خلافت کی کل مدت: ۱۰/سال اور ۶/مہینے۔

دفن کی جگہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھیوں کے واقعے کے ۱۳/سال بعد سنہ ۵۸۳ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ''عمر'' نام رکھا تھا۔ کنیت ''ابو حفص'' تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان آٹھویں پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا ہے۔

قریش خاندان والے مکہ کے سردار تھے، یہ قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا، آگے چل کر قریش کے دس چھوٹے قبیلے بن گئے، حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعلق بنو ہاشم سے تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنو عدی سے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت جاہلیت کے دور میں بھی بڑی نرالی تھی، آپ قریش کے بہت ہی عزت والے لوگوں میں سے تھے، قریش کے دس خاندان میں سے ہر ایک کے ذمّے الگ الگ کام تھا، مثلاً کوئی کعبہ کی دیکھ بھال کرتا تھا، کوئی حاجیوں کو پانی پلاتا تھا اور کوئی جھگڑوں کے فیصلے کرتا تھا۔

قریش کی اندرونی لڑائیاں ہوں یا باہر کسی قوم کے ساتھ کوئی معاملہ، سفارت کی ذمّے داری بنو عدی ہی کے سپرد کی جاتی تھی اور بنو عدی کے سردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد ''خطاب'' تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت

آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ نہایت لال وسفید تھا، چہرے پر لال گال، خوب صورت ناک اور آنکھ تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قد لمبا اور جسم مضبوط تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں خاصے بھاری تھے؛ یعنی آپ بہت تندرست تھے۔

لمبے قد کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ہر جگہ الگ نظر آتے، بھیڑ میں آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ایسا لگتا کہ آپ سوار ہیں اور دوسرے لوگ پیدل چل رہے ہیں۔

اپنی ڈاڑھی کو مہندی لگاتے تھے، مونچھیں تھوڑی لمبی تھیں۔

چلتے وقت تیز تیز قدم اٹھاتے اور اونچی آواز سے بات کرتے۔

آخری عمر تک آپ ایک طاقتور اور مضبوط انسان تھے۔

آپ بہت کم ہنستے تھے۔

بچپن میں جانور چرانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بچے تھے اس زمانے میں عرب میں عام رواج تھا کہ بچوں کو جانور چرانے بھیجا جاتا تھا تو آپ بھی جانور چرانے جاتے تھے، آپ کے ابا جان خَطّاب بہت سخت مزاج کے تھے، جنگل آنے جانے کے وقت کی پابندی کرواتے تھے اور اگر پابندی کرنے میں ذرا بھی اِدھر اُدھر ہوجاوے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پیٹتے تھے اور کبھی کبھی آپ کے ابا جان کہتے تھے کہ: عمر! تو کیا کرے گا، تجھے تو اونٹ چرانا بھی نہیں آتا؟

پیارے بچو! وہی عمر آگے چل کر پوری انسانیت کو چلانے والے امیر المومنین بنے۔

عمدہ تقریر کرنے والے

اسلام لانے سے پہلے قریش نے ان کو سفارت کا عہدہ دے رکھا تھا؛ یعنی قریش کی طرف سے کسی دوسرے سے بات کرنا وغیرہ جس کو آج کل سفیر (ایلچی) کہتے ہیں اور یہ عہدہ صرف اس شخص کو مل سکتا تھا جو بیان وتقریر اور معاملہ سمجھنے میں کمال رکھنے والا ہوتا تھا۔

معلوم ہوا کہ آپ بڑے سمجھ دار اور عمدہ تقریر کرنے والے تھے۔

پہلوانی میں ماہر

مکہ میں عرفات کے قریب ایک چوڑے میدان میں ہر سال ۲۰ / دن تک "عُکاظ" نامی میلا لگتا تھا، وہاں کُشتی (پہلوانی) میں بھی مقابلہ ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں حصہ لیتے تھے اور پہلوانی میں آپ بہت سی مرتبہ سب سے آگے بڑھ جاتے تھے جس کی وجہ سے پورے عرب میں آپ کی پہلوانی کا چرچہ ہو گیا تھا۔

گھوڑا اچلانے میں ایسے ماہر تھے کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور تیر چلانے میں بھی بہت ماہر تھے۔

پیارے بچو! بچپن سے اپنی صحت کی حفاظت کرو اور اپنے ملک کے قانون کے مطابق اس طرح پہلوانی، کُشتی، کراٹے وغیرہ سیکھو، یہ صحت اور تندرستی کے لیے اچھا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

جب مکہ میں اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۷/سال تھی، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کرنے والوں میں ان کے بھائی زید بن خطاب، بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا کے مذہب پر سختی سے قائم رہے، انھوں نے اسلام قبول کرنے والوں پر بہت سختی کی، انھیں مارا-پیٹا؛ لیکن مار پیٹ کے چھ سالوں میں وہ کسی ایک آدمی کو بھی اپنے پرانے مذہب کی طرف واپس نہیں لا سکے۔

وہ بہت سوچتے تھے کہ: مسلمان ہو جانے والے ہر ظلم پر صبر کر کے اسلام پر جمے ہوئے ہیں، یہ بات انھیں حیران کیے ہوئے تھی۔

ایک روز انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کے سامنے نماز پڑھتے دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''سورۃ الحاقہ'' اونچی آواز میں تلاوت کر رہے تھے، سورت کے الفاظ سیدھے ان کے دل میں اترتے چلے گئے، ان کے دل نے فیصلہ کیا کہ: وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جادوگر اور شاعر کہتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ تو جادوگر ہیں اور نہ ہی شاعر، یہ کلام کسی آدمی کا ہو ہی نہیں سکتا، یقیناً یہ غیبی کلام ہے، ان کے دل میں اسلام کے لیے نرمی پیدا ہو گئی؛ لیکن مکہ میں انھیں جو سرداری حاصل تھی وہ ان کے آڑے آ رہی تھی، باپ دادا کا مذہب چھوڑنا اتنا

آسان بھی نہیں تھا۔

اسی پریشانی میں ایک دن انھوں نے سوچا کہ جس ہستی کی وجہ سے وہ الجھنوں میں گھرے ہوئے ہیں کیوں نہ (معاذ اللہ) اس ہستی ہی کو ختم کردیں، شاید اسی طرح کچھ سکون پالیں، اسی درمیان ابوجہل نے یہ اعلان کیا کہ:

جو (معاذ اللہ) محمد کو قتل کردے اس کو سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی انعام میں دی جائے گی۔

یہ اعلان سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار ہاتھ میں لی اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلاش میں نکلے۔

ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک مسلمان حضرت نُعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے، دیکھا کہ: عمر ہاتھ میں تلوار لے کر تیزی سے جارہے ہیں، یہ دیکھ کر وہ چونک گئے کہ: عمر اتنے غصے میں کہاں جارہے ہیں؟ انھیں روک کر انھوں نے پوچھا: عمر! خیر تو ہے؟ کہاں کا ارادہ ہے؟

بولے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو (معاذ اللہ) قتل کرنے جارہا ہوں۔

حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر پریشان ہوگئے، وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طاقت، رعب اور دبدبہ کو جانتے تھے، انھوں نے کہا کہ: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں، آپ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہوچکے ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصہ میں آگئے، سیدھے اپنے بہنوئی کے گھر پہنچے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی ''حضرت خبّاب بن

ارت رضی اللہ عنہ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور بہن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو قرآن سکھا رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تو شاید اندازہ نہ کر سکے؛ لیکن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو شک سا ہو گیا، دروازہ کھٹ کھٹانے کا انداز بھائی عمر جیسا لگتا ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو ان دونوں نے چھپا دیا، قرآن کے اوراق چھپا دیے گئے؛ لیکن کھٹکھٹاتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلاوت کی آواز سن چکے تھے، ان کے چہرے پر سخت غصہ اور ہاتھ میں تلوار تھی، ان کی اپنی بہن اور بہنوئی باپ دادا کے دین؛ یعنی کفر سے پھر گئے تھے، ان کے لیے اس سے بڑھ کر صدمے کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، دروازہ کھلا، اندر پہنچے اور غصہ میں پوچھا: تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟۔

یہ سن کر بہن اور بہنوئی خاموش رہے۔

انھوں نے پھر کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر گئے ہو، اتنا کہہ کر انھوں نے اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا، بہن بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو بہن کے سر پر لکڑی دے ماری، ان کے سر سے خون بہہ نکلا، اس وقت ان دونوں نے کہا کہ:

عمر! تم نے ٹھیک سنا، ہم مسلمان ہو چکے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں، تم سے جو ہو سکے کرلو، اسلام تو اب ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہن کے لہولہان سر کو دیکھا اور ان کے یہ الفاظ سنے تو سارا غصہ ختم ہو کر رہ گیا، نرمی سے بولے: لاؤ! مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے!۔

بہن نے کہا: نہیں! تم ناپاک ہو؛ اس لیے تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے، اسے پڑھنا چاہتے ہو تو پہلے غسل کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غسل کرنے پر بہن نے قرآن کے اوراق دے دیے، ان پر سورۂ طٰہٰ کی چند آیات لکھی ہوئی تھیں، انھوں نے جب ان آیات کو پڑھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا:

واہ! کتنا عمدہ اور اونچے درجے کا کلام ہے!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر حضرت خباب بن اَرَت رضی اللہ عنہ بھی باہر نکل آئے اور بولے:

عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو پورا کرنے کے لیے آپ کو چن لیا ہے، میں نے کل نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تھا: الٰہی! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما۔

لہٰذا عمر! اللہ کی طرف آؤ! اللہ کی طرف آؤ!۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت دارِ ارقم میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کمر کے ساتھ لٹکائی اور حضرت خبّاب بن اَرَت رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں جا پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اندر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے، ایک صحابی نے جھانک کر باہر دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے، آپ کی سخت مزاجی کو وہ پوری طرح جانتے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا: عمر کمر سے تلوار لٹکائے ہوئے ہیں، نہ جانے ان کا ارادہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، اللہ نے انھیں بہادری سے بہت نوازا تھا، فوراً بولے: انھیں اندر آنے دو، نیک ارادے سے آئے ہیں تو ٹھیک ہے؛ ورنہ انھی کی تلوار سے ان کا سر اڑا دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حکم دیا کہ: انھیں آنے دو۔

دروازہ کھلا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ چوکنّا تھے، وہ ان کے کسی بھی حملے کو روکنے کے لیے تیار تھے، ان کے اندر داخل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کی طرف بڑھے، ان کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور فرمایا:

خطاب کے بیٹے! تم کس ارادے سے آئے ہو؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دل تو پہلے ہی نرم پڑ چکا تھا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر دارِ ارقم میں موجود تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے زور سے نعرۂ تکبیر پڑھا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

آسمان میں فیصلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کی برکت سے آسمان میں فیصلہ ہو چکا تھا، وہ دعا یہ تھی:

اے اللہ! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اسے اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت عطا فرما۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسلام قبول کرنے کے اسباب بنا دیے۔

چالیسواں مسلمان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی بنائے جانے کے چھٹے سال ذوالحجہ کے مہینے میں ۲۷ رسال کی عمر میں اسلام قبول کیا، وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد مسلمان ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ: میں جس دن مسلمان ہوا اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتالیس (۳۹) تھی، میں نے مسلمان ہو کر ان کی تعداد چالیس (۴۰) کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام کو طاقت بخشی اور دینِ اسلام کھل کر سامنے آ گیا۔ اس وقت مسلمان ہونے والی عورتوں کی تعداد گیارہ تھی۔

کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز

مکہ کے کافر لوگ مسلمانوں کو کعبہ شریف میں جماعت سے نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو آپ نے ہمّت دلائی اور مسلمان جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں ایسا موقع تیار کروایا۔

دیکھو! کیسی بڑی خدمت انجام دی!!

فاروق کا لقب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ''فاروق'' کا لقب عطا فرمایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے، وہ ''فاروق'' ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر کر دیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدینہ کی طرف ہجرت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھلم کھلا ہجرت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنھوں نے کھل کر ہجرت کی؛ جبکہ دوسرے مہاجرین نے چھپ کر ہجرت کی۔

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کندھے پر کمان رکھی، ہاتھ میں تیر لیا، نیزہ بازو میں رکھا اور سیدھے بیت اللہ کے پاس پہنچے، لوگ مسجدِ حرام کے صحن میں بیٹھے تھے، آپ نے طواف کے چکر پورے کیے، پھر

مقامِ ابراہیم پر پہنچے اور تسلی سے نماز ادا کی، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بعض اچھائیاں
سادے سیدھے کپڑے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود اتنے سادہ کپڑے پہنتے تھے کہ بعض مرتبہ بارہ بارہ پیوند (ٹاکے) لگے ہوئے ہوتے تھے، اور کپڑے بھی بہت کم تھے، ایک مرتبہ جمعہ کی نماز میں دیر سے تشریف لائے، منبر پر چڑھ کر لوگوں سے معافی مانگی، فرمایا کہ: میرے پاس ایک ہی کرتہ ہے اور اس کو دھو کر سُکھانے میں دیر ہوگئی؛ اس لیے میرے آنے میں دیر ہوگئی۔

معمولی کھانا

کھانا بھی آپ کا بہت سادہ سیدھا تھا، جو آٹا چھلنی میں چھانا نہ گیا ہو اس کی روٹی اور زیتون کے تیل کے ساتھ بھی کھانا کھالیا کرتے تھے۔

یوں فرماتے تھے کہ: جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور بھی چھانے بغیر آٹے کی روٹی کھاتے ہیں تب سے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ایسا کرتا ہوں۔

بوڑھوں اور ضعیفوں کی خدمت

رات کی اندھیری میں بوڑھوں اور ضعیفوں کے گھر جا کر ان کی خدمت

کرتے تھے، جب آپ خلیفہ تھے تو ایک دن رات میں مدینہ میں چکر لگا رہے تھے، ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے آس پاس بچے رو رہے ہیں، چولھے پر برتن رکھا ہوا ہے، آپ نے قریب جا کر پوچھا: اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟

تو اس عورت نے بتایا کہ: بھوک کی وجہ سے اور کہا کہ: برتن میں پانی رکھ کر ان بچوں کو میں بہلا رہی ہوں؛ یعنی بچوں کو یہ ہو کہ کچھ کھانا پک رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے، فوراً بیت المال تشریف لائے اور ایک بوری میں آٹا، گھی، کھجور، کپڑے اور درہم ڈالے اور اپنے غلام اسلم کو کہا کہ: یہ بوری میرے کندھے پر رکھ دو۔

غلام اسلم نے کہا: اے امیر المومنین! میں اٹھاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کل قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ پھر خود وہ بوری اٹھا کر اس عورت کے پاس پہنچے، خود بوری میں سے چیزیں نکالی اور برتن میں رکھا اور چولھے کی آگ میں پھونک مارنے لگے؛ یہاں تک کہ چولھے سے اتنا دھواں نکلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سے نکل رہا تھا، پھر کھانا تیار ہوا تو اپنے ہاتھ سے نکال کر بچوں کو کھلایا اور ایک طرف بیٹھ کر انھیں دیکھنے لگے اور فرمایا کہ: ان کو روتے ہوئے دیکھا ہے، جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو ہنستا ہوا دیکھ لوں۔

دیکھو! بچو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے خدمت کرتے تھے!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب انصاف

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ نے ایک مصری آدمی کو بغیر کسی وجہ سے کوڑے مارے (اس مارنے کی خبر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نہیں تھی)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فریاد پہنچی ، آپ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: آپ اپنے بیٹے کو لے کر یہاں مدینہ آیئے۔ جب وہ آ گئے تو مصری کو کہا کہ: لو یہ کوڑا پکڑو اور گورنر کے بیٹے کو مارو۔

اس طرح آپ نے برابری کا انصاف کیا۔

احد کی لڑائی کے بعد ابوسفیان کو جواب

اُحد کی لڑائی جب ختم ہوئی تو ابوسفیان جو اس وقت مکہ کے کافروں کے سردار تھے انھوں نے نعرہ لگایا: اُعْلُ ھُبُلَ ۔(ہبل دیوتا کی جے ہو)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نعرہ لگایا: اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ ۔(اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور برتر ہیں)۔

دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی بڑائی کا کیسا نعرہ لگا رہے ہیں!

سچی جمہوری (ડેમોક્રેટિક) حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ہر شخص کو اپنے حقوق کی پوری آزادی کا اختیار دیا تھا، امیر اور بادشاہ ہر قسم کے حق میں تمام لوگوں

کے برابر برابر ہوتے تھے، ایسی عجیب وغریب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بادشاہ اور امیر ہونے کے باوجود ایک جمہوری حکومت چلاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے زمانے میں تین بڑے کارنامے انجام دیے:

(۱) ایک کمیٹی بنائی جس میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل کیا، ان سے مشورہ کرکے آپ کام کرتے تھے، یہ مجلس مسجدِ نبوی میں ہوتی تھی اور لوگوں کی ضرورت کے لیے روزانہ کے کاموں کے لیے مشورہ کرکے فیصلہ ہوتا تھا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حکومت سنبھالی تو آپ نے ملک کا نظام بہت عمدہ بنایا، تمام شعبے (વીભાગ) الگ الگ کیے:

(ا) عدالت (کورٹ) آپ نے ہر جگہ الگ الگ قائم کیا۔

ہر ضلع میں عدالتیں بنائیں، جج (قاضی) مقرر کیے، عدالتوں کا قانون بنایا: حکومت کے افسر کتنی دیر کام کریں؟

کچہریاں کب کھولی جائیں؟ کب بند ہوں؟

ضمانت کیسے لی جائے؟ کس کی ضمانت نہ لی جائے؟

یہ سب چیزیں آپ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائیں۔

خلافت کے زمانے میں انوکھے کارنامے

سب سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ اگر کسی پر دعویٰ ہو اور وہ بُڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو جس نے دعویٰ کیا ہے وہ سواری کا

انتظام کرے اور عدالت تک پہنچائے، عدالت بیمار، بوڑھے کو زبردستی نہیں بلائے گی۔

جج اور قاضی ایسے بنائے جو پورا پورا انصاف کرتے تھے، کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، اپنا ہو یا پرایا ہو، سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتے تھے، نہ کسی کی سفارش کرتے تھے، نہ کسی کے دباؤ سے مجرم کو چھوڑتے تھے۔

(۲) دینی مسائل کے لیے فتاویٰ کا شعبہ الگ سے قائم کیا۔

(۳) پولس کا محکمہ قائم کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پولس کے اختیارات دیے اور خاص خاص یہ کام آپ کو سونپے:

(۱) دکان والے ناپ تول میں کمی نہ کریں۔

(۲) کوئی سڑک پر گھر نہ بناوے۔

(۳) جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔

(۴) (غیر مسلم) کھلم کھلا شراب نہ پیے۔

اس طرح کے اہم اہم کاموں کے لیے آپ نے یہ پولس کا محکمہ قائم کیا اور ایک جیل خانہ بھی بنوایا۔

پورے ملک کا خزانہ بیت المال (RESERVE BANK) آپ نے شروع کروائی۔

فوج اور ملک کی ملٹری بنوائی اور اس کے لیے رجسٹر اور آفس قائم کیے اور فوجیوں کے لیے باقاعدہ وظیفہ (تنخواہ) آپ نے طے کیا۔

تمام کے تمام گورنروں سے آپ حساب بھی لیتے تھے، ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا کہ آپ کے گورنروں کا مال کچھ زیادہ ہو رہا ہے تو آپ نے سب کی رپورٹ منگوائی اور سب کا آدھا مال بیت المال میں جمع کروا دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حکومت چلانے میں ایسے ماہر تھے کہ: چٹیل میدان اور بنجر زمینوں کو ہرا بھرا کر دیا۔

سارے ملک میں اعلان کروا دیا کہ: جہاں بنجر زمینیں ہوں، جو کوئی ان میں کھیتی کرے گا، زمین اس کو دے دیں گے۔

نہریں نکالیں، مسلسل پانی بہنے کے لیے چھوٹے چھوٹے نالے بنائے اور مستقل نہر کا شعبہ قائم کر دیا۔

خیال کرو کہ: فقط مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ کام کرتے رہے۔ نہریں نکلیں تو لوگوں نے بنجر زمینوں میں کھیتی شروع کر دی۔

مکہ معظّمہ کے راستے ویران تھے، ان راستوں پر پانی تک کا انتظام نہیں تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر منزل پر چوکیاں، مہمان خانے اور چشمے تیار کروائے، مہمان خانے، مسافر خانے اور فوج کی چھاؤنیاں بنوائیں۔

بصرہ جیسا عالی شان شہر آباد کیا، بصرہ کو اتنا بڑا شہر بنایا جس کی آبادی دو لاکھ جتنی تھی، بصرہ سے دجلہ ندی ۱۰ ار میل دور تھی؛ مگر دجلہ سے بصرہ تک نہر نکالی۔

کوفہ بسایا اور اتنے مکانات بنوائے جس میں چالیس ہزار آدمی رہ سکیں۔ ہر خاندان والوں کے الگ الگ محلے تعمیر کروائے۔

چوڑی چوڑی سڑکیں، کھلی ہوئی صاف ستھری گلیاں، شان دار مسجدیں، جن کے چاروں طرف چوڑے میدان، مہمان خانے جس میں باہر کے مسافر آئیں تو ٹھہر سکیں۔

شہر مَوصِل (Mosul) سجایا، جس میں بڑے بڑے پٹرول کے چشمے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کو سپاہی بنانا چاہتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عام مسلمان سچائی، سادگی اور پاکیزہ اخلاق والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دیکھ بھال کرتے تھے کہ مسلمانوں میں گھمنڈ اور غرور پیدا نہ ہو اور کسی کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچائیں، یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت سارے غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

حساب و کتاب کے بہت سے شعبے بنوائے، سِکّے جاری کیے، کسی سکہ پر ''الحمد للّٰہ''، کسی پر ''محمد رسول اللّٰہ'' اور کسی پر ''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ'' لکھوایا۔

جب تک خلیفہ نہ ہوئے تھے تجارت کرتے تھے، امیر بننے کے بعد لوگوں کے مشورہ سے کھانے پہننے کا معمولی خرچ بیت المال سے لینے لگے۔

تعلیم کا نظام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر جگہ قرآنِ مجید پڑھانے کے مدرسے کھول دیے، آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ: ہر ایک بچے کو لکھنا سکھایا جائے اور

گھوڑے سواری کی تعلیم دی جائے۔

قرآنِ مجید کے عمدہ حافظوں کو قرآن پڑھانے پر مقرر کیا، اس کا پورا پورا خیال رکھا کہ قرآن غلط نہ پڑھا جائے اور ہدایت کر دی کہ: جب شاگرد قرآن کو صحیح اور اچھے طور پر پڑھنے لگیں تو کہیں دوسری جگہ چلے جائیں اور اس طرح سارے ملک میں قرآن کی تعلیم جاری کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سخی بھی تھے، جب تبوک کا موقع آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کے مال کا آدھا حصہ اللہ کے دین کے لیے خرچ کر دیا۔

آپ نوکروں اور غلاموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہ کھانے سے بھرا ہوا ایک بہت بڑا خوان (کھنچہ) لے کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے غریب، مسکین اور غلاموں کو بلایا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر ارشاد فرمایا: اللہ لعنت کرے ایسے لوگوں پر جو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عیب سمجھتے ہیں۔

اس لیے پیارے بچو! غلام، نوکر، کام کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلی تمنا تھی کہ ان کو شہادت کی موت نصیب ہو اور یہ شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے شہر میں ملے، خلافت کے گیارھویں

سال ان کی یہ دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔

۲۳ھ میں حج کے لیے مکہ گئے، حج سے واپس لوٹے تو جمعہ کے دن مسجد میں خطبہ دیا جو بہت لمبا تھا، اس خطبے میں جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سی نصیحتیں کیں وہاں اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

مدینے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی کاریگر غلام ابو لؤلؤ فیروز تھا، ایک دن اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کی فریاد کی، فریاد غلط تھی؛ لیکن ابولؤلؤ ناراض ہو کر چلا گیا۔

اگلے دن ابولؤلؤ فجر کی نماز سے پہلے مسجد میں جا کر چھپ گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو اس نے کونے سے نکل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دودھاری خنجر سے چھ وار کیے، پھر دوسرے مسلمانوں کو زخمی کرتا ہوا بھاگا؛ لیکن پکڑا گیا، پکڑے جاتے ہی اس نے اس خنجر کو اپنے پیٹ میں بھونک لیا اور وہیں مر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہو گئے تھے، ایسے میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ: مجھ پر کس نے حملہ کیا؟

انھوں نے بتایا کہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ فیروز نے۔ یہ سن کر فرمایا: اللہ کا شکر ہے، میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہو رہی ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔

لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لائے، تمام لوگ غم سے نڈھال تھے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یکم محرم ۲۴ ہجری کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی - إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ - آپ کو شہادت کا رتبہ ملا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ۹ لڑکے اور ۵ لڑکیاں تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک بیوی ہیں۔

سوالات

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟
② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟
③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟
④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔
⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔
⑥ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔
⑦ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟
⑧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا اور آپ کی وفات کب ہوئی؟
⑨ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

تیسرے خلیفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: عثمان۔

کنیت: ابوعبداللہ۔

لقب: ذُوْالنُّوْرَیْنِ اور غنی۔

ولادت: سنہ ۵۷۶ء میں۔

والد کا نام: عفان۔

والدہ کا نام: اَروٰی۔

خاندان: بنوامیہ۔

شہادت: ۱۸/ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ جمعہ کے دن۔

کل عمر: ۸۲ یا ۸۸۔

خلافت کی کل مدت: ۱۱/سال، ۱۱/مہینے اور ۲۲/دن۔

دفن کی جگہ: جنت البقیع۔

نام اور لقب

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۵۷۶ء میں مکہ شہر میں پیدا ہوئے، ماں باپ نے ان کا نام ''عثمان'' رکھا، آپ رضی اللہ عنہ کے دو لقب بہت مشہور ہوئے:

① ''ذُوْالنُّوْرَیْنِ''؛ یعنی دو نور والے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں: حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ایک بعد ایک کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا؛ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' کا لقب دیا گیا۔

② دوسرا لقب ''غنی'' ہے، آپ مکہ کے ایمان دار تاجر تھے، آپ نیکی کے کاموں میں بہت خرچ کرتے تھے؛ اس لیے غنی کے لقب سے مشہور ہوئے اور یہی لقب آپ کے نام کا حصہ بنا۔

خاندان

پانچویں پشت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ قریش کے قبیلہ بنواُمیہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے پردادا کا نام اُمیہ تھا اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا کا نام ہاشم تھا، اُمیہ، ہاشم کے بھتیجے اور اپنے خاندان کے سردار تھے، اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان ''بنواُمیہ'' سے مشہور ہوا، اُس خاندان کے لوگ ''اُموی'' کہلاتے تھے، قریش کا قومی جھنڈا رکھنے کی ذمّے داری اسی خاندان کے پاس تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابّا، امّاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد ’’عفان‘‘ کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ’’اَروٰی‘‘ تھا اور نانی ’’اُم حکیم بیضاء‘‘ تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کی سگی بہن تھیں، یوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ بی بی اروٰی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھی اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھانجے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جوانی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے تو انھوں نے تجارت کو پسند کیا، انھوں نے اناج کی تجارت شروع کی، ایمان دار تو تھے ہی، اس خوبی نے ان کے کاروبار کو خوب بڑھایا۔

کاروبار جم گیا اور جلد ہی مکہ کے مال دار تاجروں میں ان کی گنتی ہونے لگی؛ لیکن آپ مکہ کے عام تاجروں کی طرح نہیں تھے، اتنے زیادہ مال و دولت کے مالک ہونے کے باوجود آپ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔

اُس زمانے میں شراب کا رواج عام تھا، بہت کم لوگ اُس سے بچے ہوئے تھے؛ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، کبھی زنا نہیں کیا، کبھی گانا، باجا نہیں سنا۔

کبھی اپنی دولت کو فضول کاموں میں خرچ نہیں کیا۔

طبیعت میں نیکی تھی؛ اس لیے خود بھی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونتیس (۳۴) سال کے تھے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمادیا، نبوت کے پہلے سال گنتی کے چند ہی لوگوں نے اسلام کو قبول کیا، اُن نیک لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ سُعدیٰ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دن ان کے یہاں گئے تو انھوں نے کہا کہ:

بھانجے! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر قرآن اترتا ہے اور وہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان کا دین قبول کرنے میں ہی بہتری ہے۔

خالہ کی باتیں سن کر ان کے دل پر اچھا اثر ہوا، وہ خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتے تھے، ایسے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی، اُن سے اپنی خالہ کی باتیں بتائی تو انھوں نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! جو کچھ تمھاری خالہ نے کہا وہ بالکل سچ ہے، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام کی خوبیاں بیان کیں، ان کی باتیں سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دل نرم ہوگیا۔

وہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوراً کلمہ پڑھ کر اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور اسلام قبول کرلیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر آپ کے چچا حکم بن ابی العاص کو ہوئی تو ان کو بہت غصہ آیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رسیوں سے جکڑ کر مارنے اور پیٹنے لگے اور کہنے لگے: ''بھتیجے! نیا مذہب چھوڑ دو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ چچا کی سختی کو سہن کیا اور ہر بار ان کو یہ کہا کہ: جو چاہے کرلو، اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔

چچا مار مار کر تھک گئے؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوصلے کو نہ توڑ سکے: بِالآخر چچا نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام پر جمے رہے۔

حبشہ کی طرف ہجرت

یہ ظلم وستم صرف اپنے رشتے دار کی طرف سے نہیں تھا؛ بلکہ دوسرے بے دین بھی انھیں ستاتے رہے، ان کی طرح دوسرے مسلمان بھی مظلوم تھے، جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:

تم لوگ یہاں سے نکل کر حبشہ چلے جاؤ، وہاں کا بادشاہ اچھا آدمی ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا، جب تک اللہ تعالیٰ تمھاری یہ مصیبت دور نہیں کر دیتے تم وہیں ٹھہرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سولہ (١٦) مسلمانوں کی ایک جماعت نے مکہ کی زمین سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس جماعت میں بارہ (١٢) مرد اور چار (٤) عورتیں یا گیارہ (١١) مرد اور پانچ (٥) عورتیں شامل

تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حبشہ برِّ اعظم افریقہ کا ایک ملک تھا، جو سمندر پار عرب کے جنوبِ مغرب میں واقع تھا، آج کل یہ ''ایتھوپیا(ethopia)'' کہلاتا ہے، اس زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کو ''نجاشی'' کہا جاتا تھا، اس کا تعلق عیسائی مذہب سے تھا؛ لیکن وہ انصاف والا بادشاہ تھا۔ حبشہ میں یہ مسلمان بڑے سکون کے ساتھ رہے، وہاں عبادت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

انھیں وہاں آئے ابھی تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ مکہ کے سبھی کافروں نے اسلام قبول کرلیا ہے، یہ خبر سن کر ان کے دلوں میں خوشی آگئی اور وہ مکہ لوٹ آئے، مکہ پہنچنے پر ان کو پتہ چلا کہ یہ خبر سراسر غلط ہے؛ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا؟ وہ لوٹ آئے تھے، واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔

جب مکہ کے کافروں کی سختیاں حد سے بڑھ گئی اور مسلمانوں کا جینا مشکل ہوگیا تو اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ: مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

اِس مرتبہ ہجرت کرنے والی جماعت میں تقریباً ایک سو تین (۱۰۳) مسلمان تھے، جن میں چھیاسی (۸۶) مرد اور سترہ (۱۷) عورتیں شامل تھیں، ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسری دفعہ بھی دین کی خاطر ہجرت کرنے کی خوش نصیبی ملی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوبکر! حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے عثمان اور رقیہ نے اللہ کے لیے ہجرت کی ہے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے اکثر لوگ واپس مکہ لوٹ آئے تھے، نبوت کا تیرھواں سال تھا، مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا مشکل کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا کہ: تم لوگ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جاؤ۔

کیوں کہ وہاں بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور انھوں نے مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور مدد کا وعدہ بھی کیا تھا۔

ایک کے بعد ایک مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے گئے، مکہ میں گنتی کے چند مسلمان رہ گئے تھے، ان ہجرت کرنے والوں میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے، اس طرح دین کی خاطر تیسری بار ہجرت کی خوش نصیبی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا نکاح

پیارے بچو! آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ ہجرت کے دوسرے سال بدر

کی لڑائی ہوئی، اُس وقت حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں، ان کی سخت بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تم یہیں رہو، تمھیں اُس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو لڑائی میں شریک ہوگا، تم رُقیہ کی بیماری میں خدمت کرو۔

جس روز بدر میں مسلمانوں کو جیت حاصل ہوئی اسی روز حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت غمگین کر دیا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی نہیں گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا، یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین؛ یعنی دو نور والا کہا گیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سن ۹ ر ہجری میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر بیمار ہوئیں اور چند دن بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے بھی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ان کی سخاوت زیادہ ہوگئی، وہ محتاجوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، ایک سوداگر اناج سے بھرے ہوئے ایک ہزار اونٹ لے کر مدینہ آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس سے سارا اناج خرید لیا، مدینہ کے تاجروں کو اُس کی خبر ہوئی تو وہ اناج خریدنے آ گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تو اُس آدمی کے ہاتھ بیچوں گا جو مجھے دس گنا نفع دے گا۔

اب کون تھا جو اتنا نفع دے پاتا؟ سب مایوس ہو کر لوٹ گئے، ان کے جانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورے مدینے میں اعلان کروا دیا کہ: جس شخص کو جتنے اناج کی ضرورت ہو وہ آ کر مفت لے جائے۔

اس اعلان کے بعد لوگوں نے تعجب سے پوچھا: آپ تو کہتے تھے کہ: میں غلہ دس گنا نفع پر بیچوں گا؛ لیکن آپ نے تو سارا اناج مفت دے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب دیتے ہیں؛ اس لیے میں نے اللہ کے نام پر یہ اناج ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر درہم کے بدلے میں دس درہم خرچ کرنے کا ثواب دیں گے۔

تبوک کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

تبوک کی لڑائی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم کے بادشاہ سے مقابلے کے لیے آس پاس کے علاقوں سے بھی مسلمانوں کو بلا لیا، اس طرح بڑا

لشکر تیار ہو گیا؛ لیکن اتنے بڑے لشکر کے لیے خوراک، ہتھیار، سواریاں اور ضروری سامان کا مسئلہ تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ: اس نیک مقصد کے لیے دل کھول کر چندہ دیں، ایسا کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔ مسلمانوں نے اس موقع پر بڑھ چڑھ کر چندہ جمع کروایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا سامان لے آئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام تجارت کے لیے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں دو سو اونٹ تیار تھے، تقریباً تیس کلو کے قریب چاندی تھی، انھوں نے سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا، اُس کے بعد بھی دوسرے سو اونٹ دیے، پھر بھی دل نہ مانا تو ایک ہزار دینار۔ جو تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا کے برابر تھے۔ نقد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ: آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انھیں نقصان نہ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور زیادہ صدقہ کیا؛ یہاں تک کہ اس صدقہ، نقد رقم کے علاوہ نو سو (۹۰۰) اونٹ اور سو (۱۰۰) گھوڑے ہو گئے۔

مسجدِ نبوی کو بڑا کرنے کے لیے سخاوت

مسجدِ نبوی شروع میں بہت چھوٹی تھی، مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ساتھ والی زمین مسجد کے لیے خرید لی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے اور بدلے میں جنت لے لے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی آگے بڑھے اور دس ہزار درہم میں یہ زمین خرید کر مسجد کے لیے پیش کر دی۔

میٹھے پانی کا کنواں خرید کر وقف کر دیا

مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا اور ایک یہودی اس کا مالک تھا، وہ پانی قیمت پر بیچتا تھا، لوگ پانی کی کمی سے پریشان تھے اور پانی قیمت پر خریدنے پر مجبور تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ کوئی مسلمان اس کنویں کو خرید لیوے؛ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) درہم کے بدلے میں ''رومہ'' نام کا کنواں خرید لیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ان کو جنت کی خوش خبری سنائی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایرانی غلام ابولؤلؤ فیروز کے ہاتھوں سخت زخمی ہو گئے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انھوں نے چھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام طے کیے کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لینا۔

ان چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک نام یہ تھے:

① سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ ② سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

③ سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ ④ سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔

⑤ سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

⑥ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

سب نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ پسند کرلیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کی عمر ستر (۷۰) برس سے زائد تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال تک خلافت کی ذمّے داری نبھاتے رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جو علاقے جیت لیے گئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ملکوں کو جیتنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس کو ہمت سے آگے بڑھایا، کئی نئے ملک اور علاقے فتح ہوئے۔

آذربائجان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دوبارہ فتح ہوا، آرمینیا اسلامی حکومت میں شمار کیا گیا۔

۲۷ ہجری میں حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے افریقہ پر چڑھائی کی اور طرابُلُسْ، قُبْرُص، طَبرِسْتَان، جُرْجَان وغیرہ علاقے فتح ہوئے؛ یہاں تک کہ اسلامی حکومت کی حدیں چین تک جا پہنچیں۔

حضرت سَمُرَہ رضی اللہ عنہ بلوچستان تک آ پہنچے، اُس زمانے میں بلوچستان نامی کوئی صوبہ نہیں تھا، یہ سارا علاقہ سندھ میں شامل تھا۔

سمندری جنگ

شام کے گورنر حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہمیں ہر وقت رومیوں کی طرف سے سمندری حملے کا خطرہ رہتا ہے، ان کے مقابلے میں ہمارے پاس سمندری طاقت ہی نہیں ہے؛ لہٰذا ہمارے پاس سمندری لشکر ہونا چاہیے۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمندری لشکر تیار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ایک بڑا سمندری لشکر تیار کیا، جس میں کئی سو لڑائی کے (پانی میں چلنے والی) بوٹ شامل تھے۔

جہاز بنانے کا پہلا کارخانہ مصر میں قائم ہوا، سمندری لشکر تیار کر کے سمندری فوج تیار کی گئی، اس کا ایک حصہ شام اور ایک حصہ مصر کے ساحل پر رہتا تھا، مسلمانوں کی سمندری طاقت بڑھ گئی اور جلد ہی کئی علاقے فتح ہوئے۔

لوگوں کی خیر خواہی کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی بھلائی کے لیے بہت سے اچھے کام کیے جن میں سے کچھ یہ تھے:

مدینہ کی طرف آنے والے تمام راستوں کو اچھے طریقے سے بنوایا؛

تا کہ مسافروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، ان راستوں پر جگہ جگہ چوکیاں بنوائیں، مسافر خانے تعمیر کرائے۔

مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بند (ڈیم) تعمیر کروایا؛ کیوں کہ خیبر کی طرف سے کبھی کبھار سیلاب کا پانی مدینہ کی طرف آجاتا تھا، اس طرح مدینہ کو سیلاب سے محفوظ کرلیا، اس بند کا نام ''مہز وربند'' ہے۔

پانی کا رخ موڑنے کے لیے نہریں بھی کھدوائی گئیں۔

پورے ملک میں اونٹوں اور گھوڑوں کو پالنے کا بہت اچھا نظام کیا، ان کے لیے چرنے کی جگہیں بنوائیں اور ان کو ہرا بھرا رکھنے کے لیے ان کے قریب کنویں کھدوائے، کچھ چراگاہیں تو اتنی چوڑی تھیں کہ ان میں کئی کئی ہزار اونٹ اور گھوڑے پالے جاتے تھے، ان چراگاہوں کی نگرانی کے لیے مکانات تعمیر کروائے۔

نجد کے راستے پر مسافروں کی سہولت کے لیے شاندار مسافر خانے تعمیر کروائے، اُس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بازار بھی بنوایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ جگہ چشموں کے پانی کا انتظام کیا، سڑکیں بنوائیں، ندی، نالوں، اور دریاؤں پر پل بنوائے، بہت سارے شہروں میں مساجد تعمیر کروائی گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام اسلامی علاقوں کا بیت المال مدینہ میں تھا، اس کے علاوہ ہر صوبے میں ایک بیت المال تھا، اُن سے محتاجوں کی

مدد کی جاتی تھی، جب نئے علاقے جیت لیے گئے اور آمدنی بڑھ گئی تو جن لوگوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اُن کے وظائف میں سو سو درہم زیادہ کر دیے گئے۔

رمضان المبارک میں بیت المال سے ایک درہم روزانہ عام لوگوں کو ملتا تھا، جب کہ امہات المؤمنین کو روزانہ دو درہم دیے جاتے تھے۔

مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باقاعدہ قاضی مقرر کیے گئے، یہ قاضی اپنے زمانے کے بہترین عالم تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگا دی، ان کی ایک عظیم خدمت یہ بھی تھی کہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو قرآنِ مجید کی ایک قرأت پر جمع کر دیا۔

حرمِ پاک کی جگہ تنگ معلوم ہوئی تو آس پاس کے مکانات خرید کر اس کو چوڑا بنا دیا، کعبہ پر قیمتی غلاف چڑھانے کی شروعات بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی، مسجدوں میں خوشبوؤں کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کروایا۔

خلافت کے آخری دنوں میں مشکلات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایسے اچھے کارناموں نے ملک کو خوب ترقی دی، مسلمانوں کے حالات اچھے ہوئے؛ لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے آخری چند سالوں میں بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ان فتنوں کی وجہ وہ لوگ تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے، یہ لوگ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے؛ لیکن وہ مسلمان نہیں تھے، بس مسلمان کی شکل بنالی تھی، ان کے اسلام قبول کرنے کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں اور ان کو آپس میں لڑوا کر کمزور کریں اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کردیں، جیسا کہ آج کل بھی ایسا خوب ہو رہا ہے، ایسے لوگوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کا سردار ''عبداللہ ابن سبا'' ظاہر میں مسلمان تھا؛ لیکن اندر سے یہودی، منافق اور مکار آدمی تھا، اُس نے لوگوں کو اپنے بناوٹی تقویٰ اور پرہیز گاری سے بہت متأثر کیا ہوا تھا، جب اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں شروع کیں تو لوگ اس کی باتوں کے جال میں آتے چلے گئے۔

الزامات کا جال اس قدر مہارت سے بچھایا کہ بعض نیک دل اور قریبی لوگ بھی شک میں پڑ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان الزامات کے تسلی بخش جوابات دیے؛ لیکن ان فساد کرنے والوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جوابات سے کوئی غرض نہیں تھی، وہ تو ان کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے، ان کی بس ایک ہی رٹ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں رہنا چاہیے۔

چند دنوں کے بعد ان فساد کرنے والوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی

آوازوں سے مدینہ کی گلیاں گونج اُٹھیں، گھوڑ سوار ''انتقام ! انتقام'' کے نعرے لگا رہے تھے۔

پھر ان فسادی لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا اور کئی دن تک گھیرے میں رکھا، گھیراؤ کے درمیان اندر کھانا اور پانی بالکل نہیں جانے دیا۔

ایک دن ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی کوشش کی؛ لیکن ان ظالموں نے انھیں بھی جانے نہیں دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چند آدمیوں کے ذریعہ پانی کی تین مشکیں بھیجوائیں جو باغیوں سے لڑ کر اور زخم کھا کر اندر لے جانے میں کامیاب ہوئے، پڑوس کے گھروں سے بھی پانی اور کھانے کی مدد پہنچی؛ لیکن یہ نہ ہونے کے برابر تھی، مشکل سے ایک یا دو دن گذر پاتے۔

باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف آنے والے تمام راستوں پر پہرا بٹھا دیا؛ تاکہ مدینہ منورہ کے لوگ ان کی مدد کو نہ پہنچ سکیں؛ لیکن اس کے باوجود سات سو (۷۰۰) بہادر مسلمان ہتھیار اُٹھائے کسی نہ کسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دیں تو ہم باغیوں کا مقابلہ کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کر دیا: اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

خون خرابے کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے اور اپنی ذات کے لیے دوسروں کو قتل کرنا انھیں پسند نہیں تھا، ان فسادیوں نے انھیں باتوں کا فائدہ اٹھایا اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

۱۸/ذی الحجہ ۳۵/ہجری جمعۃ المبارک کا دن تھا، باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر حملہ کردیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس دن روزے سے تھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کررہے تھے۔

ان پتھر دل ظالموں اور منافقوں نے اس بات کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی، آگے بڑھ کر ایک سلاخ اور نیزے وتلوار سے حملہ کردیا، آپ کی بیوی محترمہ سیدہ نائلہ بچانے کے لیے آگے آئیں تو ان ظالموں نے ان پر بھی وار کیا اور تلوار سے ان کی انگلیاں کاٹ دیں اور پھر امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے۔

اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی (۸۲) سال کی تھی، آپ رضی اللہ عنہ کا خون قرآنِ مجید کے ان الفاظ ﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰه﴾ پر گرا تھا۔

ترجمہ: سوعنقریب تمھاری طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو کافی ہوجائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قرآن مجید اب تک موجود ہے۔

اُس مظلوم شہید کو رات کے وقت بقیع قبرستان میں دفن کردیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض خوبیاں

شرم وحیا

پیارے بچو! اپنی زندگی میں شرم اور حیا پیدا کرو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ حیا اور شرم والے تھے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عثمان سے تو اللہ کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؛ اس لیے میں بھی عثمان سے حیا اور شرم کرتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی خوب دعوت کرتے تھے اور ان کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے اور خود اتنے سیدھے سادے تھے کہ سِرکہ یا زیتون کا تیل کھالیتے تھے۔ اپنے رشتے داروں کی خوب دعوت کرتے تھے۔

صاف صفائی

صاف صفائی کا بھی آپ بہت اہتمام فرماتے تھے، روزانہ غسل کرتے تھے، اچھے کپڑے پہنتے تھے، خوشبو لگاتے تھے۔

قبر کے سامنے کھڑے ہوکر بہت روتے تھے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے، روتے رہتے تھے، موت اور قبر کا خیال ہمیشہ ان کو رہتا تھا، جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ ان کی پوری ڈاڑھی آنسو سے بھر جاتی تھی۔

کسی نے پوچھا کہ: جنت اور جہنم کی بات سامنے آتی ہے تو اتنا نہیں روتے اور قبر پر اتنا روتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر اس سے نجات مل گئی تو آگے سب آسان ہے اور اگر قبر میں نجات نہیں ملی تو بعد میں بہت مشکل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا

حدیبیہ کی صلح کے موقع پر جب مکہ والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر یوں فرمایا کہ: یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا، یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے!!!

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جنت میں ساتھی

ایک حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ باتیں

(۱) جس نے لوگوں کا حق نہیں جانا اس نے اللہ کا حق نہیں جانا۔

(۲) چھوٹے سے چھوٹا کاروبار اختیار کرنا کسی کے سامنے سوال کے

لیے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔

③ غریب اللہ کے راستے میں ایک روپیہ خرچ کرے تو مال دار کے ایک لاکھ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

④ اپنے رب کے سوا کسی سے امید مت رکھو۔

⑤ سب سے برا آدمی وہ ہے جو لوگوں کی برائیاں کرتا پھرے۔

⑥ گناہ کسی نہ کسی طریقے سے دل کو بے قرار رکھتے ہیں۔ اس لیے گناہ کے کام کرنا چھوڑ دو۔

سوالات

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟

② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔

④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ اور تعلق بیان کرو۔

⑥ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔

⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟

⑧ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟

⑨ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کس حالت میں ہوئی اور کب ہوئی؟

⑩ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

چوتھے خلیفہ:

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مختصر پہچان

نام: علی۔

کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب۔

لقب: اسداللہ، حیدر اور مرتضیٰ۔

پیدائش: ۶۰۱ سنہ ء مکہ مکرمہ میں۔

والد کا نام: عبدِ مناف (ابوطالب)۔

والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد۔

خاندان: بنو ہاشم۔

شہادت: ۱۷ر رمضان المبارک سن ۴۰ ر ہجری۔

کل عمر: ۶۳ر سال۔

خلافت کی کل مدت: ۴ر سال، ۸ر مہینے اور ۲۵ ر دن۔

دفن کی جگہ: کوفہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور خاندان

حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۰۱ ءمیں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے؛ یعنی آپ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے، جو قریش کا سب سے زیادہ عزت والا خاندان تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''عبدِ مناف'' تھا؛ لیکن وہ اپنی کنیت ''ابو طالب'' سے مشہور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ، ابو طالب کے سگے بھائی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ''فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا'' تھا، ان کا تعلق بھی ہاشمی خاندان سے تھا، وہ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکی تھیں اور حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ محبت رکھتی تھیں۔

نام، کنیت اور القاب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا نام ''اسد'' یا ''حیدر'' رکھا تھا؛ لیکن والد نے ''علی'' نام پسند کیا، پھر اسی نام پر اتفاق کرلیا گیا؛ البتہ ''حیدر'' ان کا لقب بن گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے لقب اسد، مرتضیٰ اور حیدر رہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابو الحسن'' اور ''ابو تراب'' تھی۔ ابو تراب کی کنیت حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا فرمائی۔

ابو تراب

ایک دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس وقت گھر میں نہیں تھے، ان کے متعلق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ باہر گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے اطمینان کے ساتھ وہاں سو رہے تھے، ان کے بدن پر مٹی لگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مٹی کو صاف کرنے لگے، پھر فرمایا:

ابوتراب! اُٹھو، ابوتراب! اُٹھو۔

اُس دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ''ابوتراب'' ہوگیا۔

''تُراب'' مٹی کو کہتے ہیں، ابوتراب کا مطلب ہوا: ''مٹی والا''۔

جب کوئی انھیں ابوتراب کہہ کر پکارتا تو بہت خوش ہوتے۔

پیارے بچو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے سادہ تھے کہ مسجد میں مٹی پر سو گئے۔

نوٹ: اس زمانے میں مسجد میں قالین، ٹائلس، کارپیٹ نہیں ہوتی تھی، کچی زمین ہی پر نماز ہوتی تھی۔

''اسداللہ'': یعنی اللہ کا شیر

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ کے میدان کے ماہر تھے، اپنی بہادری کی وجہ

سے ''اسداللہ''؛ یعنی اللہ کے شیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

لڑائی کے میدان میں قدم رکھتے تو فرمایا کرتے:

لڑائی کے میدان میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آرہی ہے یا میں موت کی طرف بڑھ رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ مکہ میں قحط (اکال) پڑا، لوگ بھوک سے مرنے لگے، کھانے کے لیے کچھ ملتا نہیں تھا، ابو طالب پر مشکل وقت آگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پیارے چچا کے حالات معلوم تھے، اپنے چچا کا بوجھ کم کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانگ لیا، اِس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھرپور خدمت کی اوران کی پرورش اور تربیت میں برابر کا ساتھ دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تربیت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کا سمندر بنا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں اور گھر سے باہر ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازاروں میں گشت کرنے جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ میں جاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً دس سال تھی ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام کی دعوت کو قبول کرلیا، اس طرح ان کو بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی خوش نصیبی ملی۔

بچپن کے حالات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں بچپن ہی سے نیکی تھی ؛ اس لیے ہمیشہ بتوں سے دور رہتے تھے۔ بچپن ہی میں لکھنے پڑھنے کا ہنر سیکھ لیا، جہاں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ ہو وہاں علم حاصل کرنا بڑی خوبی کی بات ہے۔

تلوار چلانے میں مہارت بھی بچپن میں حاصل کرلی، نیزہ چلانے میں بھی ماہر تھے۔بچپن کی یہ صلاحیت جوان ہونے تک خوب زیادہ ہوگئی، لڑنے کے سارے داؤ پیچ اچھی طرح سیکھ لیے، کُشتی لڑنے کا فن سیکھا تو خوب نام پایا، کوئی ان سے جیت نہیں سکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سُلا کر گئے ، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی بہادری کی بات ہے کہ مکہ کے دشمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان لینا چاہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے روانہ ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ بستر پر آرام سے سورہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح

مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجرین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائی چارے کا رشتہ قائم کروایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بھائی بنایا، پھر ہجرت کے دوسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مکان نہیں تھا، کرایہ پر مکان لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔

غزوات میں شرکت اور کارنامے

بدر کی لڑائی کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلام کا ایک جھنڈا تھا۔

بدر کی لڑائی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع ہی سے بہت ہمت سے آگے بڑھے اور ولید نام کے کافر کو آپ نے قتل کر دیا۔

احد کی لڑائی کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لاتے رہے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم صاف کرتی رہی اور دونوں میاں بیوی نے حضور رضی اللہ عنہ کی بہت خدمت کی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعوتی سفر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے علاقے کی طرف دینی

ذمّہ داری دے کر بھیجا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حج کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب الجھنیں اور پریشانیاں پیش آئیں تو ان کو دور کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے دروازے پر آئے اور فرمایا: آپ پر اللہ کی رحمت ہو، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ساتھی اور مدد کرنے والے اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور دین کو سب سے بڑھ کر نفع پہنچانے والے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور شروع ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپس میں بہت پکے دوست تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ کرایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کا نظام چلانے کے لیے مجلسِ شوریٰ قائم کی، اس مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

سب سے بڑے قاضی

جن جھگڑوں کا فیصلہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں کر پاتے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہم میں سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فیصلہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری رائے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں جب بیت المقدس کے سفر پر گئے تو مدینہ میں خلافت کی ذمّے داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں خلافت کی ذمّے داری کے لیے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنائی تھی، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام سب سے اوپر لکھا، یہ ان دونوں کے درمیان پکی دوستی کی بات ہے۔

اسلامی کیلنڈر کی شروعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے اس زمانے میں یہ مشورہ ہوا کہ اسلامی

کیلنڈر شروع کیا جائے ،اس کے لیے کونسے واقعے سے شروع کریں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے ؛ یعنی ہجرت کی وہیں سے اسلامی کیلنڈر شروع کیا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ رائے بہت پسند آئی ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا کہ اب تاریخ کو ہجرت کی بنیاد پر شروع کیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب کچھ لوگوں نے غلط الزامات لگا کر فساد شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فساد اور فتنے کو ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت سے مشورے دیے اور پورا ساتھ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا غم کا موقع تھا، اسلامی سلطنت لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی ،ایسے وقت میں سب کی نظریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اُٹھیں ،ایسے نازک وقت میں خلافت کے لیے وہی مناسب ثابت ہوئے ؛ چنانچہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اصرار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے تیار کرلیا۔

خلافت کے بعد مشکلات

حضرت علی رضی اللہ عنہ پونے پانچ سال تک خلیفہ رہے، خلافت کا سارا زمانہ

ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا، کوئی اور ہوتا تو کب کا حوصلہ ہار چکا ہوتا؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہادری، علم و ذہانت اور بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ مشکل حالات کا سامنا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام حالات کو سامنے رکھ کر "کوفہ" کو دارالخلافہ (راجدھانی) مقرر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

کوفہ میں عبد الرحمن بن مُلجَم اُس راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا جس راستے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لیے گزرتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف چلے تو عبدالرحمن ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا، آپ کے سر پر بھاری زخم آیا، ابن ملجم کو وہیں پکڑ لیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر کچھ نصیحتیں کیں اور اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا کہ:

اسے کھانا کھلاؤ، پانی پلاؤ، اچھی طرح رکھو، اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو اسے قتل کرنا، شریعت کا یہی حکم ہے، اس کے ناک، کان، وغیرہ نہ کاٹنا، اور اگر میں بچ گیا تو میری مرضی؛ چاہے اس سے بدلہ لوں یا معاف کر دوں۔

لیکن ابن ملجم کی تلوار زہر والی تھی، زہر تلوار کے زخم کے راستے سے پورے جسم میں پھیل گیا اور آپ حملے کے تیسرے دن ۱۷/رمضان المبارک ۴۰ سنہ ھ کو شہید ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ رسال تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں، ان کے نام یہ ہیں: حضرت حسن، حسین، محسن، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔

حضرت محسن رضی اللہ عنہ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد کئی شادیاں کیں جن سے چودہ (۱۴) لڑکے اور سترہ (۱۷) لڑکیاں ہوئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ خاص باتیں

معمولی کپڑے اور سادہ کھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت سادہ انسان تھے، آپ نے ہمیشہ فقیروں جیسی زندگی گزاری، ہلکے، کم قیمت کے کپڑے پہنتے تھے اور جو کھانا آسانی سے ہضم ہو جاوے ایسا کھانا کھاتے تھے۔

کپڑوں کو پیوند لگے ہوتے تھے اور یہ پیوند بھی وہ خود اپنے ہاتھوں سے لگاتے تھے۔

ایک مرتبہ عید سے چند دن پہلے کسی نے آپ کے کپڑوں میں پیوند دیکھے تو کہا: امیر المومنین! آپ دو درہم میں نیا جوڑا کیوں نہیں خرید لیتے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں نئے کپڑے پہنوں اور کوفے میں ہزاروں آدمیوں نے پرانے کپڑے پہن رکھے ہوں۔

پوری زندگی معمولی مکان میں رہے، دروازے پر کبھی دربان کھڑا نہیں کیا، آپ کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا رہتا تھا، ہر کوئی بلا روک ٹوک ان کے پاس آسکتا تھا۔

آپ کے دل میں اللہ کا بہت خوف تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دروازہ سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا

آپ سخی بھی بہت تھے، کہیں سے کوئی ہدیہ آتا تو اس کو لوگوں میں تقسیم کرتے تھے، آپ کے دروازہ سے کوئی کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا، ایک مرتبہ رات بھر کسی کی باڑی میں پانی پلانے گئے، تھوڑے سے جَو مزدوری میں ملے اس کو گھر لا کر پکایا، ابھی کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے کہ ایک مسکین نے اللہ کے نام کی آواز دی، فوراً اُٹھے اور پکا پکایا کھانا دے دیا۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے علی! جو مؤمن ہوگا وہ تجھ سے محبت کرے گا اور تجھ سے وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا۔

اچھے ساتھی

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے پوچھا: ابوالحسن؛ یعنی علی! کیوں بیٹھے ہو؟

فرمایا: یہ لوگ؛ یعنی قبر والے میرے بہت اچھے ساتھ بیٹھنے والے لوگ ہیں، جو کسی کی بری بات نہیں کرتے اور مجھے آخرت یاد دلاتے ہیں۔

اللہ کے لیے دشمنی

ایک لڑائی کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمن کو زمین پر گرا دیا اور اس کو قتل کرنے لگے تو اس دشمن نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا، فوراً اس کے سینے سے اتر گئے اور اس کو معاف کر دیا۔

کسی نے پوچھا: آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

فرمایا: میں تو اس سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑ رہا تھا، اس نے میرے اوپر تھوکا تو مجھے اس کی وجہ سے غصہ آ گیا، اگر میں اس کو قتل کرتا تو گویا کہ اس کے قتل میں میرا غصہ شامل ہو جاتا اور میں اپنی ذات کے لیے بھی قتل کرتا؛ اس لیے میں نے اس کو معاف کر دیا۔

پبلک کی راحت کے لیے کوششیں

پبلک کا حال جاننے کے لیے خود بازاروں اور گلیوں میں چکّر لگاتے تھے، بیت المال میں جو رقم جمع ہوتی تھی وہ کھلے دل سے غریبوں، مسکینوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے، مسلمانوں کے ساتھ آپ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے زمانے میں ملکی انتظامات کو بہتر سے

بہتر بنانے کی کوشش کی، اپنے گورنروں اور افسروں کی سخت نگرانی کرتے رہے، کسی افسر کی معمولی سی شکایت بھی ملتی تو اس کے خلاف کارروائی کرتے۔

ملک کی حفاظت کے لیے آپ نے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

کئی مضبوط قلعے بنوائے، فُرات ندی پر پل تعمیر کروایا۔

بعض جگہوں پر مسجدیں بھی بنوائیں۔

پوری عمر آپ نے کسی نہ کسی صورت میں دین کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ یمن کے سینکڑوں لوگوں نے آپ کی کوششوں سے اسلام قبول کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چند مبارک نصیحت

① جو آدمی گناہ سے شرم کرتا ہے تو اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیکیوں پر جو گھمنڈ کرتا ہے تو نیکی برباد ہو جاتی ہے۔

② علم مال سے بہتر ہے؛ اس لیے کہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمھیں خود کرنی پڑتی ہے۔

③ کوئی چیز تم کو معلوم نہیں ہے تو اس کو سیکھنے میں شرم نہ کرو۔

④ مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے کرو اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

⑤ بات کہنے والے کو نہ دیکھو؛ بلکہ (اچھی) بات کو دیکھو۔

⑥ جو گناہ کرنے والے کے نزدیک بہت معمولی ہے وہ گناہ بہت سخت ہوتا ہے۔

⑦ نیکی کی قدر کوئی کرے یا نہ کرے تم نیکی کرتے رہو۔
⑧ کوئی مانگے اس سے پہلے دینا یہ سچی سخاوت ہے۔
⑨ کوئی تم سے کوئی سوال کرے اور جواب نہ آتا ہو تو شرماؤ مت، بس یوں کہہ دو کہ: مجھے نہیں آتا ہے۔
⑩ معاف کر دینا بہت اچھا بدلہ ہے۔
⑪ لالچ سے روزی نہیں بڑھتی؛ لیکن انسان کی عزت گھٹ جاتی ہے۔

سوالات

① حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا ہے؟
② حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟
③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کتنے سال خلیفہ رہے؟
④ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتیں بیان کرو۔
⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کرو۔
⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ نصیحتیں بیان کرو۔
⑦ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مشہور کارنامے ذکر کرو؟
⑧ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا اور آپ کی وفات کب ہوئی؟
⑨ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی ہوئی اور کہاں دفن کیا گیا؟

چوتھا باب

اخلاق وآداب

پڑوسی کے حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! مؤمن نہیں۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون؟ ارشاد ہوا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.

وہ شخص ہرگز جنت میں نہ جاسکے گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے۔

نوٹ: تین مرتبہ قسم کھا کر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ پڑوسی کو ستانے والا (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

واقعتاً نہ ستاوے؛ لیکن صرف پڑوسیوں کو ڈرا دھمکا کر رکھے یہ بھی برا ہے، اس طرح رہے کہ پڑوسی ہر وقت اس سے ڈرتے ہو، خطرہ لگتا ہو کہ اس پر اطمینان نہیں کب کیا کر ڈالے؟ یہ بھی برا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: وہ شخص مؤمن کہلانے کے لائق نہیں جو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کی طرف سے مجھے برابر تاکید ہوتی رہی کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو؛ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوگیا کہ جیسے رشتے داروں کا مرے ہوئے آدمی کے چھوڑے ہوئے مال میں حق ہوتا ہے ویسے پڑوسیوں کا بھی اس مال میں حق طے کر دیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک روز بکری ذبح کی گئی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر والوں سے پوچھا: تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیجا یا نہیں؟

پھر جب یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیج دیا گیا تب آپ رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو چکھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کرو اور تھوڑا سالن اپنے پڑوسیوں کے یہاں بھیج دو۔

پیارے بچوں!

جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟

اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔

قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔

اگر محتاج ہو تو اس کی مدد کرو۔

اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

اس کو کوئی خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو۔

اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔

اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

بغیر اس کی اجازت کے اس کی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح

اونچی نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔

جب تمھارے گھر اچھا کھانا پکے تو اِس کی کوشش کرو کہ تمھاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے اور اس کے بچوں کے لیے تکلیف کا ذریعہ نہ ہو، اِس کی کوشش کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے؛ مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دے دیا کرو، اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھل خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ کر سکو تو اس کو اس طرح چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے۔

پھل یا اور کوئی کھانے کی چیز لے کر گھر سے باہر نہ نکلو، پڑوسی کے بچوں کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہوگی۔ (الترغیب والترہیب)

پیارے بچو! خوب سمجھ لو!

پڑوسی کے حق میں یہ بھی ہے کہ: آپ اس کو تکلیف نہ دیں، فضیلت کی بات تو یہ ہے کہ پڑوسی کی خاطر تکلیف اُٹھاؤ، اور جہاں تک ہو سکے اُس کو نفع، راحت، سکون اور چین پہنچاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: پڑوسیوں میں اللہ تعالیٰ کے یہاں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو کہ اس کو راحت پہنچانے کی اسے فکر ہو۔ (ترمذی)

شماتت اور غصہ

کسی کی پریشانی اور مصیبت پر خوش ہونا ''شماتت'' کہلاتا ہے، یہ بہت ہی بری اور گندی عادت ہے، انسانیت سے بہت دور ہے؛ کیوں کہ انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبت کے وقت سب سے بڑے دشمن سے بھی ہمدردی کی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی پریشانی سے ہرگز خوش مت ہو، اس سے ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کردے اور تم کو پکڑ لے۔

غصہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی شان یہ بتائی ہے کہ وہ غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ: جب ناسمجھ لوگ ایمان والوں سے اُلجھنا چاہیں تو وہ سلام کر کے ان سے الگ ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا (ایک کڑوا پودا) شہد کو۔

فرمایا: بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں پہلوان کو پچھاڑ دے؛ بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے چھوٹی سی بات بتادیجیے جس پر عمل کرتا رہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مختصر سی بات یہ ہے کہ غصہ نہ کیا کرو۔
اُس نے دو تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی جواب دیا۔
بُری بات پر غصہ آرہا ہے تو اچھی بات ہے؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمھیں اچھی باتوں سے محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب شریعت کے خلاف کوئی کام دیکھتے تھے تو چہرہ مبارک (غصے سے) لال ہو جاتا تھا۔
لیکن اگر آپس کے معاملات میں غصہ آجائے تو بہادری یہ ہے کہ اُس کو پی جاؤ اور معاف کردو۔

غصہ دبانے کا طریقہ

غصہ دبانے کا طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ جب غصہ آئے تو فورًا ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ پڑھ لو۔
دوسری ترکیب یہ ہے کہ اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جاؤ، پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو لیٹ جاؤ۔
حضرت عُروہؒ کو ایک مرتبہ غصہ آگیا تو وہ فورًا اُٹھے اور پانی لے کر وضو شروع کردیا، پھر فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: غصہ شیطان کا کام ہے، شیطان آگ سے بنا ہے اور پانی آگ کو بجھاتا ہے، سو غصہ آئے تو وضو کرلو۔

صلح اور صفائی

جب غصہ ختم ہو جائے تو میل ملاپ اور صلح صفائی کی کوشش کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بات چیت اور تعلقات چھوڑے رکھو۔

ارشاد فرمایا: ایک سال تک اپنے بھائی سے بات چیت اور تعلقات چھوڑے رکھنا ایسا ہے جیسے اُس کا خون بہا دینا۔

آپس کی نفرت اور دوری ختم کرنے کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ سلام کرنا شروع کر دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: افضل وہ آدمی ہے جو سلام میں پہل کرے، پھر دوسرا شخص جواب دے دے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اگر جواب نہ دے تو تعلق توڑنے کا گناہ جواب نہ دینے والے کے سر پر ہوگا۔

اگر آپس میں صلح اور صفائی نہ ہو سکے تو دوسروں کو حکم ہے کہ دو مسلمان کے درمیان صلح وصفائی کروائیں، دو مسلمان کے درمیان صلح کروانے کا ثواب نفل نماز اور نفل روزہ سے بہتر ہے۔ دو آدمیوں کو ملانا یہ نبیوں کا کام ہے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا یہ شیطان کا کام ہے۔

انسان اور اس کی جان

اسلام سلامتی کا دین ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی بنیادی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ: وہ اپنے ماحول اور دوسرے انسانوں کے لیے پورا پورا اسلامتی والا ہوتا ہے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسلمان کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ

اپنی بات اور کام سے دوسروں کے لیے سلامتی کا سامان پیدا کریں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ: کونسا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اُس شخص کا اسلام افضل ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے انسان محفوظ رہیں۔

قرآن کا پیغام:

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے:

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا. (المائدۃ:۳۲)

ترجمہ: یہ کہ جو شخص کسی انسان کو قتل کر ڈالے؛ جب کہ اس (مقتول) نے کسی شخص کو قتل بھی نہیں کیا تھا یا زمین میں فساد بھی نہیں پھیلایا تھا تو اس نے (ایسا ہی جرم کیا) گویا کہ تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی (کی زندگی) کو بچا لینے کا ذریعہ بنا تو (اس نے ایسا کام کیا) گویا کہ اس نے تمام لوگوں کی زندگی بچا لی۔ (از تیسیر القرآن)

پیارے بچو!

قرآن شریف کے ذریعہ جو پیغام ہم کو ملا اس میں صرف مسلمان کی بات نہیں، انسان کی بات ہے، وہ انسان یہودی ہو یا عیسائی، مجوسی ہو یا ہندو، بُدھسٹ ہو یا سِکھ یا اور کوئی، اس کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور اگروہ

ڈوب رہا ہے یا آگ میں جل رہا ہے یا کوئی اُسے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے بچانا، اس کی زندگی کی حفاظت کرنا پوری انسانیت کی حفاظت کرنا ہے۔

اللہ اللہ! یہ ہے اسلام جو انسانیت کا ہمدرد ہے، جو انسان کو انسانیت کا سبق دیتا ہے؛ کیوں کہ سارے انسانوں کی شروعات ایک ہی انسان سے ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿١٣﴾ (الحجرات)

ترجمہ: اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد (یعنی آدمؑ) اور ایک عورت (یعنی حوّا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف (قوموں کی) شاخوں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے؛ تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

رب کے اس پیغام میں یہ بتلایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کی یہ قدر، اہمیت اس لیے ہے کہ سارے انسان ایک ہیں، ان کے رب ایک، ان کے باپ حضرت آدم ایک ہیں، ان کی ماں حضرت حوا ایک ہے، یہ زمین جوان کا

وطن ہے یہ ایک ہے، جس سورج سے گرمی لیتے ہیں وہ ایک ہے، جس چاند کی ٹھنڈی کرنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ایک ہے، جس ہوا میں سب سانس لیتے ہیں وہ ایک ہے، جو پانی پیتے ہیں وہ بھی ایک ہے۔

رب کے اس پیغام میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عزت برادری میں نہیں، رنگ میں نہیں، زبان میں نہیں اور کسی خاندان سے متعلق ہونے میں نہیں، عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ہے۔

لباس

لباس اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو نوازا ہے، دوسری تمام مخلوق اس سے محروم ہیں، اسلام نے زندگی کے ہر کام کے لیے اپنے خاص طریقے بتائے ہیں، اسلام میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج سب سے اہم عبادتیں ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ ہم جس کام کو بھی ثواب کی نیت سے اسلام کے طریقے کے مطابق کرتے ہیں وہ بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبانی طور سے بھی اسلامی تعلیمات بیان فرمائی ہیں اور ان پر عمل کر کے بھی دکھلایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل زندگی اسلام کا نمونہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل

ہمارے لیے نمونہ ہے اور ہر سنت عبادت ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لباس کے سلسلہ میں خاص ہدایتیں فرمائی ہیں، اسلام نے لباس کے دو مقصد بتائے ہیں:

(۱) جسمانی (۲) اخلاقی۔

پہلا مقصد جسمانی: یعنی موسم کے اثرات: سردی اور گرمی کی تکلیفوں سے بچنا اور زینت۔ مطلب یہ کہ ہم کپڑے اس لیے پہنتے ہیں کہ سردی اور گرمی سے اپنے جسم کی حفاظت ہو سکے۔

دوسرا مقصد اخلاقی: لباس کا یہ سب سے اہم مقصد ہے؛ یعنی جسم کے شرم کے قابل حصوں کو ڈھانکنا۔ مطلب یہ کہ بدن کے جن حصوں پر غیروں کی نظر نہیں پڑنی چاہیے وہ چھپے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کو انسان کی فطرت میں رکھا ہے؛ اسی لیے اسلام کا قانون ہے کہ لباس ایسا پہنا جائے جو شرم وحیا، غیرت وشرافت اور جسم کے ستر کو ڈھانکے اور جسم کی حفاظت کرے۔

لباس کے مقاصد کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

تقویٰ کے لباس کا مطلب یہ ہے کہ:

ایسا لباس جو ظاہر میں عمدہ ہو، ڈھیلا ڈھالا ہو، بدن کو چھپانے والا ہو۔ ایسا لباس شریعت کی نظروں میں تقویٰ والوں کا لباس ہے جس میں تکبر اور دکھلاوا نہ ہو۔ عورتوں کا لباس مردوں جیسا نہ ہو، اور مردوں کا لباس عورتوں جیسا نہ ہو۔ ایسا لباس ہو جسے پہنا ہوا دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ یہ اللہ سے ڈرنے والا بھلا انسان ہے۔

کپڑے پہننے کے آداب

کپڑے پہنتے وقت دائیں جانب کا خیال رکھیں، قمیص اور کرتا وغیرہ پہنتے وقت دایاں ہاتھ آستین میں پہلے ڈالیں، اس کے بعد بایاں ہاتھ ڈالیں، اسی طرح پائجامہ وغیرہ پہنتے وقت دائیں پیر میں پائجامہ پہلے ڈالیں، جوتا اور موزہ وغیرہ پہنتے وقت بھی پہلے دائیں پاؤں میں پہنیں اور اتارتے وقت پہلے بائیں جانب سے اتارنا شروع کریں۔

مردوں کے لیے سفید لباس اچھا ہے، آپ ﷺ خود بھی زیادہ تر سفید لباس ہی پہنتے تھے اور اپنی امت کے مردوں کو بھی اس کی ترغیب دی اور مردوں کو ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے والوں کو سخت عذاب کا حق دار بتایا ہے، کپڑا زیادہ نیچا ہوگا تو راستے کی گندگی سے میلا اور خراب اور ناپاک ہوگا اور پھر ایسا کپڑا بڑائی اور فیشن کی وجہ سے پہنا جاتا ہے، یہ دل میں گندگی کی

نشانی ہے؛ لہذا نیچے کپڑے میں ظاہری پاکیزگی نہیں ہوگی اور باطنی پاکیزگی بھی نہیں ہوگی۔

حدیث: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ.

ترجمہ: ٹخنوں کا وہ حصہ جو پائجامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو ایسا باریک کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے جس سے ان کے بدن کا رنگ نظر آوے، اسی طرح ایسا چست لباس پہننا بھی منع ہے جس سے بدن کی سائز اور ابھار ظاہر ہو یا لباس اتنا کم ہو کہ ستر کھلا رہے کہ ایسے ادھورے باریک کپڑا پہن کر بھی عورت ننگی رہے۔

لباس ہمیشہ اپنی حیثیت کے مناسب، صاف ستھرا پہننا چاہیے، ایسا لباس نہ پہنا جائے جس سے فخر وغرور ظاہر ہو یا جس سے فضول خرچی کا گناہ ہو اور نہ ایسا گھٹیا اور پھٹا پرانا ہو کہ اللہ کا دیا سب کچھ ہونے کے باوجود محروم اور غریب نظر آئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نئے کپڑے پہنتے وقت یہ دعا کیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهِ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهِ فِيْ حَيَاتِيْ. (ترمذی)

ترجمہ: ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑے پہنائے جس میں اپنا ستر ڈھانکتا ہوں اور جو اس زندگی میں میرے لیے حسن و جمال کا بھی ذریعہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کپڑے پہنتے وقت یہ دعا کیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ کَسَانِيْ ھٰذا وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَ لَا قُوَّۃٍ. (ابوداؤد)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا کیا۔

جوتا پہننے کے آداب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جوتا کثرت سے استعمال کرو، آدمی جب تک جوتا پہنے ہوئے رہتا ہے گویا سوار رہتا ہے؛ یعنی کم تھکتا ہے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس وقت جوتا پہنو تو شروع داہنے پاؤں سے کرو اور جب جوتا پاؤں سے نکالو تو بائیں پاؤں سے ابتدا کرو۔ (بخاری، مسلم)

بعض بچوں کو کُھلے پاؤں چلنے پھرنے کی عادت ہوتی ہے یہ غلط عادت ہے، اسی طرح صرف ایک جوتا یا چپل پہن کر چلنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے۔